الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

مشاہیر مشائخ ہند

خاندانہائے عالیہ چشتیہ و سہروردیہ کے بعض مشہور مشائخ کا مستند تذکرہ
مولانا محمد قاسم فرشتہ کی مستند تاریخ ہندوستان جلد ۴ کے بارہویں
مقالے کا سلیس اردو ترجمہ مع حواشی مفیدہ
جو دہلی کے نامور رسالہ نظام المشائخ میں شائع ہو چکا ہے

از خاکپائے بزرگان قادریہ و نقشبندیہ محمد شفیع الدین خان
مرادآبادی ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ و ایم۔ پی۔ ایچ۔ ایس۔ اڈیٹر
ڈسٹرکٹ گزٹ مرادآباد

سنہ ۱۳۳۴

باہتمام جناب مُلا محمد الواحدی صاحب

درویش پریس دہلی میں چھپکر شائع ہوئی

تالیفات منشی محمد شفیع الدین خاں صاحب مرادآبادی مؤلف مشاہیر شاہجہانی

حیات النبی جناب سالتماٰب صلعم کی جامع سوانحعمری باختصار ساتھ کل واقعات من ابتدائے تا وفات فرید شمس العلما شبلی کی دلچسپ تاریخ بداءۃ الاسلام کا بامحاورہ سلیس اردو ترجمہ۔ اول میں نقشہ فتوحات اور آخر میں ضروری سوالات بچوں کے واسطے قیمت ۳ ۳

سیر الصدیق رضی حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوانح عمری باختصار کے ساتھ کل واقعات من ابتدا تا وفات شریف۔ زبان نہایت سلیس پاکیزہ۔ اول میں نقشہ فتوحات اور آخر میں ضروری سوالات بچوں کے واسطے قیمت ۳ر

سیر العمر رضی حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی کی جامع سوانحعمری مختصر طور پہ واقعات من ابتدا تا وفات شریف۔ زبان نہایت سلیس پاکیزہ۔ اول میں نقشہ فتوحات اور آخر میں ضروری سوالات بچوں کے واسطے قیمت ۴ر

سیر العثمان رضی حضرت امیر المومنین عثمان غنی کی جامع سوانحعمری مختصر طور پر ابتدائے ولادت مبارک سے وفات شریف تک کے حالات زبان نہایت سلیس پاکیزہ۔ اول میں نقشہ فتوحات اور آخر میں ضروری سوالات بچوں کے لیے قیمت ۲ر

سیر العلی رضی حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی جامع سوانحعمری مختصر طور پر ابتدائے ولادت مبارک سے وفات شریف تک کے حالات اول میں نقشہ فتوحات اور آخر میں ضروری سوالات بچوں کے واسطے قیمت ۲ر

دعائے خیر۔ دعا پر ایک عالمانہ مضمون جسمیں بدلائل عقلی ثابت کیا گیا ہی کہ درگاہ باریتعالی میں التجا کرنا ہر مذہب کے شخص کو ضروری ہے۔ معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ نظام المشائخ میں شائع ہوکر خلعت قبولیت حاصل کرچکی ہے قیمت ۱ر

السنہ مشرقیہ۔ فہرست مضامین **حصہ اول** عربی زبان کی تاریخ ابتدائی حالت سے انتہا تک موجدین علم عربی فصاحت و بلاغت کے نمونے **حصہ دوم** فارسی زبان کی تاریخ ابتدائی حالت سے انتہا تک فارسی۔ پہلوی۔ ژند و پاژند سنسکرت زبانوں کے الفاظ کی مماثلت۔ سنسکرت۔ لاطینی۔ انگریزی الفاظ کی مشابہت عہد اسلامیہ کا فارسی زبان پر اثر قدیم فارسی کتب کی عبارت ۳۴۲ ہجری سے لیکر ۱۲۶۰ھ تک کے تغیرات۔ فارسی زبان پر مسلمانوں نے پارسیوں کی جسقدر کتابیں ترجمہ کیں انکا حال مع اسکے مترجمین **حصہ سوم** سنسکرت کی تاریخ ابتدائی حالت سے انتہا تک محققانہ تبصرہ۔ آریوں کی عروج و نزول۔ سنسکرت کی معرکۃ الآرا تصانیف کا حال۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی جسقدر کتابیں ترجمہ کیں انکا حال مع اسکے مترجمین۔ کتابت۔ چھپائی نہایت عمدہ سرورق رنگین قیمت ۶ر

ضروری التماس - ہماری کل کتابوں کا کاغذ نہایت عمدہ ولایتی دبیز لکھائی بہت خوشخط چھپائی نفیس ہے - کل کتابیں ایک ساتھ جو صاحب منگوائینگے انکو ... [illegible]

المشتہر محمد شفیع الدین خاں - بھٹی محلہ - مراد آباد (ممالک متحدہ)

پتہ: صیغہ ترقی اسلام۔ قادیان۔

ضلع گورداسپور۔ پنجاب

مکرمی سیکرٹری صاحب صیغہ ترقی اسلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے آپ "اسلام اور مسلمانوں کیلئے کیا کر سکتے ہیں" پڑھ لیا ہے۔ آپ میرا نام لکھ لیں اور جو کام اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا آپ کے نزدیک میں کر سکتا ہوں۔ اس سے مجھے اطلاع دیں۔ اگر میری طاقت یا میری ضمیر کے مطابق ہوا۔ تو میں اس کام کے پورا کرنے کے لئے کوشاں رہونگا۔ میں اپنے علاقہ کے مسلمان مظلوموں یا اسلام کے خلاف تدابیر یا اچھوت اقوام کے متعلق بھی آپ کو خبردار رکھنے کی کوشش کرونگا۔

والسلام

دستخط و مکمل پتہ:۔

(اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

هرجا گزم ز فرش تا عرش　　هرسو نگرم ز پست و بالا
سرتاسر بارگاه امکاں　　در تادرِ کارگاه اشیاء
ذرات شهود مست و هشیار　　افراد وجود زشت و زیبا
هریک به طلاقتے که دارند　　گویند که لا الٰه الا اللہ

(مہاراجہ سرت صفحانی مرحوم)

مولانا محمد قاسم فرشتہ کی تاریخِ ہندوستان جیسی مستند کتاب ہے۔ اسکی بابت زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان کے متعلق یورپین علما، بالخصوص انگریزوں نے جس قدر تاریخیں مرتب کی ہیں انہیں کم و بیش تاریخ فرشتہ سے مدد ملی ہے۔ مولانا ممدوح نے جلد دوم کے بارھویں مقالہ میں ہندوستان کے چند بزرگ مشائخ کا تذکرہ بھی لکھا ہے۔ یہ مقدس حضرات خاندانِ چشتیہ و سہروردیہ کے چشم و چراغ ہیں۔ جہاں تک خیال ہے مولانا کو انہیں دونوں خاندانوں سے زیادہ عقیدت معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ قادریہ و نقشبندیہ کو چھوڑ دیتے۔ دیباچہ میں وہ لکھتے ہیں۔ "اگر عمر نے وفا کی تو اور بزرگوں کے حالات بھی لکھونگا۔ فی الحال یہ ہی کافی ہیں۔ اگر ناظرین کو اور حالات کی ضرورت ہو تو کتاب الانوار مؤلفہ شیخ عین الدین بیجاپوری ملاحظہ کریں۔" میں نے جب ان حالات کو دیکھا تو خیال پیدا ہوا کہ اردو میں ترجمہ کردوں تاکہ اسی حیلہ سے بڑوں کی کچھ ہمنشینی میسر آجائے۔

حضرت مولانا جامی رح نفحات الانس میں ارشاد فرماتے ہیں "قیامت کے دن خدائے برتر و اعلیٰ بندۂ شرمسار سے فرمائیگا کہ فلاں عارف یا فلاں بزرگ تیرے محلہ میں رہتا تھا۔ اسکو جانتا ہے وہ اثبات میں جواب دیگا۔ اللہ تعالیٰ تب ارشاد فرمائے گا کہ ہم نے اسکے طفیل میں تجھے بخشدیا"

شنیدم کہ در روز امید و بیم　　بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

مولانا میر ہراتی رحمہ فرماتے ہیں: "کوشش کرو کہ بزرگانِ دین کی دوستی حاصل ہو جائے۔ اگر یہ میسر نہ ہو سکی تو جو بات اِن کی زبانِ فیض ترجمان سے سُنو گرہ میں باندھ لو۔

تا نا بہم از ذکر تو خاموش مباد　　یاد تو ز خاطرم فراموش مباد
ہر جا ز شما بلب ہمہ سے گزرد　　فدات وجود من تجز گوش مباد"

پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ بزرگوں کی صحبت جانے اللہ تعالیٰ نے انکو مراتب اعلےٰ عنایت فرمائے ہیں دنیا انھیں کے دم قدم سے ہو۔

جس طرح اس عالم میں حکام کے مراتب ہیں ویسے ہی بزرگانِ دین بھی علیحدہ علیحدہ درجہ رکھتے اور انھیں کے موافق اپنے فرائض انجام دیتے ہیں صوفیائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے چار درجے ہیں۔ صغرےٰ کبرےٰ وسطیٰ عظمیٰ۔ چاروں درجوں کے بزرگ تمام عالم میں تین ہزار چھ سو چھپن سے کم نہیں ہوتے۔ اس تعداد کو حسب ذیل مراتب پر تقسیم کیا ہے۔

قطب الاقطاب　قطب الاوتاد　اوتاد　سیاح　ابدال　ابطال

۳۰۰۰　۴۰　۷　۵　۳　۱

جس بزرگ کا اِن میں سے انتقال ہو جاتا ہے۔ بجائے اسکے اس کا ماتحت ترقی دے کر مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اسکی مثال یوں سمجھو کہ اگر قطب الاقطاب کا وقت آگیا تو اقطاب ثلاثہ میں سے کوئی صاحب مقرر کیئے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح درجہ بدرجہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آخر میں مومنین کے درمیان سے کوئی نیکوکار کمتر درجہ پر تقرر پاتا ہے۔

حضرات ناظرین سے التجا ہے کہ بعد ملاحظہ کتاب عاصی مترجم اور مولانا محمد الواحدی صاحب راڈیٹر و مالک نظام المشائخ دہلی کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔

مراد آباد　　العبد المذنب
(ممالک متحدہ)　　محمد شفیع الدین ستر اللہ عیوبہ

مشاہیر مشائخ ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعہ اوّل خاندانِ چشت

حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین محمد حسن سنجری چشتی رح

آں شہنشاہ جہانِ معرفت — ذاتِ او بیروں ز ادراک و صفت
خسروِ ملکِ فنا بے تخت و تاج — از خود و از غیر خود بے احتیاج
غرق بحرِ عشق از صدق و صفا — از خودی بیگانہ با حق آشنا
کرد مرغِ ہمتش زاوجِ کمال — بیضۂ افلاک را در زیر بال
اخترِ برجِ سپہر لم یزل — گوہرِ فرجِ کمال بے بدل
آں معین دینِ ملت بے نظیر — فارغ از دنیا بملکِ دیں امیر

سلطان سریر سرمد خواجۂ راستین معین الدین محمد قدس سرہٗ پیشوائے مشائخ ہند سجستان[1] میں پیدا ہوئے اور خراسان[2] میں نشو و نما پائی۔ آپکے والد ماجد خواجہ غیاث الدین رح نہایت بزرگ اور صاحب فلاح و صلاح تھے۔ اُنکے انتقال کے وقت حضرت خواجہ صاحبؒ کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ ایک باغ اور ایک چکی میراث پدری میں حاصل ہوئے۔ یہ کل کائنات تھی جو حضور خواجہ

[1] ایران کا ایک صوبہ ہے ۱۲ [2] یہ بھی ایران کا ایک صوبہ ہے ۱۲

صاحب رہنے پائی۔ اُس جوار میں ایک مجذوب بزرگ خواجہ ابراہیم قندوزی رح رہتے تھے
ایک دن وہ سیر کنان حضرت خواجہ صاحب رح کے باغ میں بھی تشریف لے آئے۔ مقدس باغبان
اُس وقت درختوں کو پانی دے رہا تھا۔ بزرگ مجذوب کو دیکھکر ہاتھوںکو بوسہ دیا اور نہایت ادب سے
ایک خوشۂ انگور پیش کیا۔ مجذوب صاحب نے خوشی سے قبول فرماکر تناول فرمایا۔ اور خواجہ
صاحب رح کو اپنے پاس سے فداسی کھلی چباکر عنایت فرمائی وہ کھلی کیا تھی ؟ انوار الٰہی کا مخزن
اور فیض نامتناہی کا منبع تھی۔ خواجہ صاحب کا دل اسکو کھاتے ہی دنیا سے سیر ہوگیا۔ اور باغ
وغیرہ کو فروخت کرکے فقیروں کو دیدیا۔ اب خدا بتلانے والے کی تلاش میں چلے۔ دل آتش عشق
سے جل رہا تھا۔ اور جب تک اُسپر مرشد کامل پانی نہ ڈالتا ٹھنڈا نہ ہوتا۔ مدتوں تک سمرقند و
بخارا میں حفظ قرآن مجید وکسب علوم ظاہری کرتے رہے۔ اسکے بعد عراق تشریف لیگئے
جب قصبۂ ہارون[1] میں پہنچے تو حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوگئے۔ اب دل میں
ٹھنڈک پڑی۔ وہ آگ جس نے جسم کو جلا رکھا تھا سرد ہوئی اور پیر کامل کی رہنمائی و توجہ سے جملہ
مراحل طے ہوگئے۔ یہاں ڈہائی سال قیام رہا +

حضرت عثمان ہارونی رح مشائخ کبار سے تھے۔ اور حضرت خواجہ صاحب رح کو سعادتمند ملاحظہ
فرماکر توجہ دیتے تھے۔ اُن کا شجرہ یہ ہے:-

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح مرید حضرت حاجی شریف زندنی رح مرید حضرت خواجہ مودود چشتی رح
مرید حضرت خواجہ ناصرالدین چشتی رح مرید حضرت یوسف چشتی رح مرید حضرت ناصرالدین ابو محمد چشتی رح
مرید حضرت خواجہ ناصرالدین احمد چشتی رح مرید حضرت خواجہ اسحٰق شامی المعروف بہ چشتی[2] رح مرید حضرت
ممشاد دینوری رح مرید حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رح مرید حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی رح مرید حضرت
خواجہ سلطان ابراہیم ادہم رح مرید حضرت خواجہ فضیل عیاض رح مرید حضرت خواجہ حبیب عجمی رح مرید
حضرت خواجہ حسن بصری رح مرید امیرالمومنین و امام المتقین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ و
السلام مرید حضرت خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم +

[1] یہ دونوں شہر توابع ایران سے تھے مگر اب روس کے پاس ہیں ۱۲ [ ] ہارون نواح نیشاپور میں ہے،
[2] چشت نواح ہرات میں ایک موضع ہے حضرت خواجہ اسحٰق شامی مدتوں تک یہاں تشریف فرما رہے اسوجہ
سے آپکے سلسلہ کا نام چشتیہ پڑ گیا ۱۲

آخر کار خواجہ صاحبؒ حضرت شیخ عثمان ہارونی رحؒ سے خرقہ خلافت حاصل کرکے بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں سنجار پہنچے۔ اُس زمانہ میں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحؒ قصبہ جبل[۵۱] میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت شیخ بہت بڑے صاحب کمال و رعالی منزلت بزرگ تھے۔ بغداد جبل سے سات منزل کی راہ پر ہے۔ یہاں پر حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحؒ کا قیام تھا۔ لیکن حضرت خواجہ صاحبؒ کی اُن سے ملاقات نہ[۵۲] ہوئی۔

شیخ اوحد الدین کرمانی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحؒ نے بھی حضرت خواجہ صاحب سے فیوض حاصل کیے۔ ہمدان[۵۳] میں شیخ یوسف ہمدانی رحؒ سے ملاقات ہوئی۔ اور یہاں سے تبریز[۵۳] کی جانب روانہ ہوئے۔ اِس جگہ شیخ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے حضرت شیخ رحؒ شیخ جلال الدین تبریزی رحمہ اللہ کے پیر و مرشد اور اِسقدر عالی مرتبت بزرگ تھے کہ مثل شیخ جلال الدین رحؒ کے ستر مریدانِ کامل کا گروہ رکھتے تھے۔

حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر رحمہ اللہ بحوالہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ "خواجہ صاحبؒ کو ابتداءً عجب ریاضت و مجاہدہ تھا کہ سات دن کے بعد ایک روٹی جو کی جسکا وزن پانچ مثقال سے زیادہ نہوتا تھا۔ پانی میں ترکرکے روزہ افطار فرماتے تھے عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کرنا تو معمولی بات ہی۔ ایک درویش سے زیادہ اپنی خدمت کے واسطے نہ رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ سفر میں وقت گذارتے تھے"۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ "حضرت خواجہ صاحبؒ کی پوشش ایک دوتائی تھی۔ اگر وہ کسی جگہ سے پھٹ جاتی تو دستِ مبارک سے جو کوئی بھی کپڑا مل جاتا ٹانکا لیکر لگا لیتے۔ ایسا ہی حال نعل بند کا بھی تھا"۔

جب خواجہ صاحبؒ اصفہان پہنچے تو شیخ محمود اصفہانی رحؒ سے اکثر صحبت رہتی تھی۔ اُس زمانے میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحؒ اصفہان ہی میں تشریف رکھتے۔ اور شیخ

---

۵۱ جبل شام میں کوہ جودی کے پاس واقع ہے نہایت معتدل اور خوشگوار مقام ہے ۱۲ ۵۲ بعض تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحبؒ اور غوث الثقلینؒ کی ملاقات ہوئی۔ لیکن فرشتہ کا قول صحیح ہے ۱۲ ۵۳ ہمدان و تبریز ایران کے شہر ہیں اس تذکرہ میں جسقدر شہروں کا ذکر آئے گا وہ ایشیا کے ہیں۔ ناظرین اسی کا خیال رکھیں ۱۲

سے بیعت ہونا چاہتے تھے لیکن انکا ہاتھ تو قسامِ ازل نے حضرت خواجہ صاحب رح کے دست حق پرست کے سپرد کیا تھا۔ اس لیئے خواجہ بخشیاد رح نے جب حضرت خواجہ صاحبؒ کو دیکھا فسخ عزیمت کرکے آپسے بیعت کرلی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے وہ دوتائی[1] آپ کو مرحمت فرمائی۔ اور یہ تبرک سلسلہ بسلسلہ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رح حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رح حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رح تک پہنچا۔

اصفہان سے خرقان[2] تشریف لائے اور دو برس قیام فرماکر استرآباد روانہ ہوئے۔ یہاں شیخ ناصر الدین استرآبادی[3] رح سے ملاقات ہوئی۔ آپکا سلسلہ دو واسطوں سے حضرت طیفور رح اور حضرت شیخ بایزید بسطامی رح سے ملتا تھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے شیخ رح کی صحبت سے فیوض بے انتہا حاصل کیئے۔ آخرکار رخصت ہوکر ہرات کی جانب تشریف لائے۔ یہاں پر آپکے کمالات کا شہرہ ہوا۔ اور اژدہام خلائق سے پریشان ہوکر سبزوار کی جانب تشریف لے گئے۔ یہاں کا حاکم سید یادگار محمد نامی نہایت بدمزاج اور فاسق تھا۔ رفض میں اُسکو اسقدر غلو تھا کہ جس شخص کا نام ابوبکرؓ عمرؓ یا عثمانؓ ہوتا وہ نہایت ایذا پاتا۔ اصحاب کبارؓ کیجانب اُس کا گمان بہت ہی خراب تھا۔ اتفاق سے اسکا ایک باغ پر فضا جس میں نہایت صفائی و لطافت کے ساتھ حوض بھی موجود تھا۔ بیرون شہر بنا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ سبزوار میں وارد ہوئے۔ اور اُسی باغ میں قیام فرمایا۔ آپنے غسل فرماکر حوض کے کنارے نماز ادا کی اور تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہوئے۔ اس وقت بے اختیار ایک اردو شاعر کا شعر یاد آیا ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال ۔۔۔ کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری ملجائے

کہاں حضرت خواجہ صاحب رح کا قیام اور کہاں یادگار محمد کی آمد اور وہ بھی اسیوقت لیکن قدرت کا قلم مہربانی کی روشنائی سے یہ وقت اُسکی توبہ کا لکھ چکا تھا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ تلاوت میں مشغول تھے کہ اسکے آنے کی شہرت ہوئی اور حضرت رح کا خادم درویش جو یہ حالات سن چکا تھا لرزاں و ترساں حضرت رح کے سامنے آیا۔ آپنے اس کے اضطراب کو ملاحظہ فرماکر حکم دیا کہ تم فلاں درخت کے نیچے بیٹھکر خدائے تعالیٰ کی قدرت کا تماشا دیکھو اور ہرگز نہ ڈرو۔ درویش حسب الحکم چلا گیا۔ اور فراشوں نے آکر حوض کے کنارے فرش

---

[1] یہ دوتائی اب کچھوچھہ کی خانقاہ میں ہے اور نیازمند نے شاہ سلطان الحق صاحب سجادہ نشین کے توسل سے اسکی زیارت بھی کی ہے ۱۲ [2] اسی خرقان کو حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رح کے مسکن ہونے کا فخر حاصل ہے ۱۲ [3] شیخ رح کا سن شریف [illegible]

پاکیزہ حاکم صاحب کے واسطے بچھا دیا۔ یادگار محمد بھی خراماں خراماں آئے۔ اور حضرت خواجہ صاحبؒ کو تلاوت کرتاں ملاحظ فرماکر جامہ سے باہر ہوگئے۔ فرمانے لگے کہ یہ فقیر یہاں کیوں آیا۔ قدرت کے کھیل دیکھو۔ بلاشک وہ قادر مطلق ہے اسکے بس میں ہے کہ ذراسی دیر میں کیا سے کیا کردے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے نظر اٹھاکر یادگار محمد کی جانب نگاہ کی اور اُسکا یہ نتیجہ ہوا کہ مریضِ مرگی کی طرح منہ سے کف جاری ہوگیا اور تمام جسم میں تشنج پیدا ہوکر بیہوشی طاری ہوگئی۔ اُسکے مصاحبین اور خدام یہ حال دیکھکر حضرت خواجہ صاحبؒ کے قدموں پر گر پڑے اور التجا کی کہ اسکا قصور معاف فرمایا جاوے۔ حضرت نے خادم (درویش) کو اشارہ کیا کہ تھوڑا سا پانی اِس حوض میں سے لیکر بسم اللہ پڑھ کے منہ پر چھڑک دو۔ بمجرد اس عمل کے یادگار محمد ہوش میں آگیا۔ اور حضرت کے قدموں پر گر کے جملہ منہیات سے توبۃ النصوح کی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے محبت سے دست حق پرست اسکے سر پر پھیرا اور فرمایا کہ سلمان اور سید ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پاک رضہ سے عداوت رکھنا کونسی دانائی ہے اسکے بعد ائمہ ہدیٰ کے فضائل ومناقب اِس شرح وبسط سے بیان فرمائے کہ یادگار محمدؒ اور اُسکے ساتھی زار زار رونے لگے۔ اور از سر نو تائب ہوئے۔ الحمد للہ ۵

انچہ زر میشود از پرتو آں قلب سیاہ کیمیا نیست کہ در صحبت درویشان است

یادگار محمدؒ نے حضرت رح کو مہمان رکھا۔ اور آپ کی صحبت سے استفادہ عظیم حاصل کیا۔ زنگ وآلائش دنیا اسکے دل سے جاتی رہی۔ اور کل مال ومتاع جو جور وظلم سے فراہم کیا تھا حسب الحکم حضرت ممدوح رح غربا ومساکین کو تقسیم کردیا۔ یادگار محمدؒ نے یہی نہیں کیا بلکہ تمام سامان دنیاوی علحدہ کردیا۔ اور حضرت شیخ رح کی خدمت میں رہکر خرقہ ولایت حاصل کیا۔ آپنے اس جوار کی ولایت اُسکو دی۔ اور وہی یادگار محمدؒ جو فسق وفجور میں مشہور تھا تصوف ومعرفت میں معروف ہوکر رحمۃ اللہ علیہ کہلایا تعالیٰ شانہٗ ۰

سبزوار سے آپ قلعہ شادماں کیطرف تشریف لے گئے وہاں سے بلخ۔ اور شیخ احمد خضرویہ کی صحبت میں جو اس زمانہ کے عظیم الشان بزرگ تھے کچھ دنوں رہے یہاں پر ایک صاحب حکیم ضیاء الدین بڑے قابل فلسفی اور علوم عقلیہ کے ماہر کامل رہتے تھے اُنکے شاگرد بھی بہت تھے

اور ایسا عمدہ کتب خانہ تھا کہ اُس زمانہ میں اُسکی نظیر نہ تھی۔ لیکن تصوف کی جانب حکیم صاحب کو کچھ اعتقاد نہ تھا۔ اور ہمیشہ یہ فرماتے تھے کہ تصوف مسلوب العقل لوگوں کی بکواس و ہذیان ہے نہ اسمیں دنیا کا فائدہ اور نہ دین کا۔ قاعدہ ہے کہ فلسفیوں کا دماغ نکات الٰہیہ تک پہنچتا ہی نہیں وہ عقل کے بندے ہوتے ہیں۔ اور اس کوچہ میں عقل کا کچھ کام نہیں ظاہر جب دور ہو تو باطن کی خبر ملے۔ پس حکیم ضیاء الدین اگر ایسا سمجھتے تھے تو بے جا نہ تھا۔

اب یہاں پر یادگار محمد کا سا واقعہ پیش آتا ہے۔ قضا و قدر نے حکیم صاحب کی گمراہی کو خواجہ صاحبؒ کی تشریف آوری پر دور کرنا منحصر کیا تھا۔ کیفیت ملاحظہ فرمائیے کہ حکیم صاحب کا ایک باغ پرفضا اور اُسی میں مدرسہ تھا۔ جہاں وہ بیٹھکر درس فلسفہ دیتے تھے۔ اور اسی باغ میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قیام فرمایا۔ حضرت موصوفؒ کی عادت تھی کہ ہمیشہ ایک دو دستے تیروں کے مع کمان و چقماق و نمکدان ساتھ رکھتے تھے۔ وہ اس ضرورت سے کہ اگر آبادی سے باہر قیام ہو تو کسی حلال جانور کا شکار فرماکر روزہ افطار فرمالیویں۔ اتفاق سے حضرت نے ایک کلنگ کا شکار فرمایا تھا۔ اور خادم بیٹھا ہوا کباب بنارہا تھا۔ حضرت ممدوح رح عبادت میں مشغول تھے۔ اسی اثنا میں حکیم صاحب کا گزر ہوا۔ وہاں رعب الٰہی جلوہ افگن تھا۔ حکیم صاحب مرعوب ہوکر سلام کرکے بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ بھی عبادت سے فارغ ہوئے اور خادم کباب سامنے لایا۔ آپنے بسم اللہ کہکر ایک ران حکیم صاحب کو دی۔ وہ گوشت کیا تھا! ایک چھری تھی جسنے سینہ پر سے تمام زنگ کو فلسفہ و معقولات کی چھیل دیا۔ اور حکیم صاحب بے ہوش ہوگئے۔ حضرت ممدوح نے تھوڑا سا گوشت تناول فرماکر اُنکے مُنہ میں ڈالا۔ ہوش آیا تو نیا رنگ تھا۔ نئی دنیا تھی۔ اللہ اللہ۔ معرفت کا دریائے بیکراں موجیں مارتا ہوا سامنے تھا نسیم تصوف کے جھونکے دل و دماغ کو معطر کر رہے تھے۔ ایک آن میں کایا پلٹ ہوگئی جسطرح حضرت شمس تبریزی رح نے حضرت مولانا روم رح کو قائل کردیا تھا۔ وہی حالت حکیم ضیاء الدین کی بھی ہوئی۔ تمام کتب فلسفہ دریا میں غرق کردیں اور مع تمام شاگردوں کے حلقہ مریدان میں آگئے۔

بلخ میں بھی ہجوم خلائق نے چین نہ لینے دیا تو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا حکیم ضیاء الدین رح کو خرقۂ خلافت عطا فرماکر غزنیں میں تشریف لائے۔ یہاں شمس العارفین

عبدالواحد رح پیر و مرشد شیخ نظام الدین ابوالمؤید رح سے ملاقات ہوئی اور غزنین سے لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں سے دہلی تشریف لائے۔ خلائق کا انبوہ دہلی میں سب سے زیادہ ہوا غرض متنفر ہو کر آپ اجمیر شریف چلے گئے۔ اجمیر شریف کا قیام ۵۶۱ھ ہجری میں تھا۔ تاریخ داں اصحاب جانتے ہیں کہ یہاں پہنچکر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اشاعت اسلام میں کیا حصہ لیا۔ اور توحید کو کیسا پھیلایا۔ کثیر التعداد لوگوں کو مسلمان کیا۔ اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے سب سے پہلے اسلامی منادآپ ہی ہیں۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے منصب کو آپ اور آپ کے مقدس و بزرگ جانشینوں نے پورے طور پر نبھایا آج ہندوستان میں شجر اسلام نہ سلطان محمود غزنوی کی تلوار کے زور سے بار آور ہے۔ اور نہ سلطان شہاب الدین غوری کے حملوں سے۔ وہ صرف حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے تناور ہے۔ اجمیر شریف میں اب تک یہ کشش ہے کہ لاکھوں آدمی ہر عقیدہ اور ہر مذہب کے ہر سال زیارت کو جاتے اور زبانِ حال سے حضرت مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غزل پڑھتے ہیں۔

غزل

خواجۂ خواجگاں معین الدین — فخرِ کون و مکاں معین الدین
سرِّ حق را بیاں معین الدین — بے نشاں را نشاں معین الدین
مظہرِ جلوہ گاہ نورِ قدم — آفتابِ جہاں معین الدین
مرشد و رہنمائے اہلِ صفا — ہادیِ انس و جاں معین الدین
عاشقاں را دلیل راہ یقیں — سدِّ راہِ گماں معین الدینا
خواجۂ لامکان و قدس مقام — آسماں آستاں معین الدینا
قربِ حق اے نیاز گر خواہی — ساز وردِ زباں معین الدین

اجمیر شریف میں سید السادات سید حسن مشہدی مشہور خنگ سوار شیعہ مذہب داروغہ شہر سلطان قطب الدین ایبک کی جانب سے تھے۔ سید صاحب حلیۂ صلاح و تقویٰ سے آراستہ اور اولیاء اللہ کی خدمت گزاری فخر سمجھتے تھے۔ انکو حضرت خواجہ صاحب رح کی تشریف آوری نعمت سے شرف ہو گئی اور حضرت رحمۃ اللہ کی صحبت میں رہکر استفادۂ باطنی حاصل کرنے لگے۔ خواجہ

صاحبؒ دو مرتبہ اپنے عزیز مرید حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کو دیکھنے دہلی تشریف لائے اور یہ زمانہ سلطان شمس الدین التمش کا تھا۔ دوسری مرتبہ جب آپ دہلی سے تشریف لیگئے تو بحکم حضور رسول اللہ صلعم عقد نکاح کیا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ سید وجیہ الدین محمد مشہدی خنگ سوار (عم سید حسن صاحب خنگ سوار) کی ایک حسین۔ خوبرو و عفیفہ تھی۔ جب وہ سن بلوغ کو پہنچی تو سید وجیہ الدین محمد نے خواب میں امام ہمام حضرت جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ لڑکی کے نکاح کے واسطے حضرت خواجہ معین الدین چشتی (رحمۃ اللہ علیہ) سلطان الہند کی بابت ارشاد فرماتے ہیں اور اُسکے ماسوا یہ بھی فرمایا کہ جناب رسالت مآب صلعم کا بھی یہی ایما ہے۔ سید وجیہ الدین محمد نے یہ واقعہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب عمر شادی کی نہیں ہے لیکن ارشادات بزرگان کی تعمیل واجب ہے۔ غرض آپ متاہل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو صاحبزادے بھی عنایت فرمائے۔ نکاح کے سات برس بعد ماہ رجب ۶۳۳ھ میں بعمر ستانوے۹۷ سال عالم بقا کی طرف کوچ کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہنشاہ جلال الدین اکبر کو مزار مبارک سے نہایت اعتقاد تھا۔ اور بہت مرتبہ پا پیادہ زیارت کو گیا۔ اسکا لائق اللہ لیعہد۔ جہانگیر خاندان چشت کے بزرگ حضرت خواجہ سلیم چشتی رح کی دعا سے پیدا ہوا تھا۔

حاجی محمد قندہاری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح حضرت خواجہ صاحب رح کو دیکھنے دہلی میں تشریف لائے تھے اور سلطان شمس الدین التمش خواجہ صاحب (عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ) سے بیعت بھی تھا۔[۱]

حضرت سلطان العارفین خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ

آں نہنگ محیط نور خدا ئی | غرقہ لجہ حضور خدائی
رفتہ در لامکاں ز ہستی خویش | کرد اظہار حق پرستی خویش

[۱] افسوس کہ حضرت رح کی اولاد کے نام معلوم نہ ہو سکے ۱۲ یہ واقعہ غلط ہے سلطان شمس الدین التمش حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح سے بیعت تھا۔ حاجی صاحب کو غلط فہمی واقع ہوئی اور اسی میں مولانا فرشتہ بھی مبتلا ہو گئے۔

شدہ از جاں بہ لامکاں واصل | کرد ہر دم ہزار جاں حاصل
بخدا محو در خفی و جلی | قطب دیں بختیار شیخ ولی
زندۂ جاوداں ز فیضِ عمیم | کشتۂ زخم خنجرِ تسلیم
سینۂ عارفاں ازو گلشن | دیدۂ عاشقاں ازو روشن

حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وطن مبارک قصبہ اوش[1] ہے۔ آپکے والد ماجد مولانا کمال الدین احمد صاحب رح ایک باکمال بزرگ تھے۔ ڈیڑھ برس کی عمر تھی کہ سایۂ پدری سر پر سے اُٹھ گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ جو حلیۂ عفت و زیورِ عصمت سے آراستہ تھیں۔ آپ کی پرورش و پرداخت میں مشغول ہوئیں۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رح خیر المجالس[2] میں تحریر فرماتے ہیں: "جب آپ کی عمر پانچسال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک شخص پرہیزگار کی ہمراہ جو پڑوس میں رہتا تھا۔ طباق چھوہاروں کا ساتھ کرکے ہدایت فرمائی کہ آپ کو کسی نیک اور بزرگ معلم کے سپرد کردے جب وہ صاحب چلے تو راستہ میں ایک پیر روشن ضمیر سے دوچار ہوئے۔ بزرگ نے دریافت فرمایا کہ یہ صاحبزادہ کس کا ہے۔ پڑوسی نے جواب دیا اِس کا والد ایک صاحب کمال بزرگ تھا اب میں حسب الہدایت اسکی والدہ کے کسی نیک معلم کیخدمت میں لیئے جا رہا ہوں۔ بزرگ نے کہا اسکو میرے سپرد کرو۔ میں انشاءاللہ تعالیٰ ایسے استاد کے پاس لیجاؤں گا جسکی برکت سے فیوض ظاہری و باطنی حاصل ہونگے۔ پڑوسی راضی ہو گیا۔ اور وہ بزرگ خواجہ صاحب کو لیکر مولانا ابو حفص رح کی خدمت میں پہنچے۔ اور فرمایا یہ صاحبزادہ تذکرۂ بزرگان دین ہے بستونِ اسلام کو مستحکم کرے گا۔ دینِ محمدی اِسکی وجہ سے اشاعت پائے گا۔ آپ نظرِ شفقت سے تعلیم دیجئے گا یہ فرما کر وہ بزرگ رخصت ہوئے۔ مولانا ابو حفص رح نے حضرت قطب صاحب سے دریافت فرمایا کہ یہ بزرگ آپ کو کہاں سے مل گئے۔ آپنے جواب دیا۔ راستہ میں۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تھے۔ الحمدللہ کہ انکی دستگیری سے آپ ہم تک پہنچے۔ حضرت قطب صاحب نے مولانا ابو حفص رح کی خدمت میں رہکر حفظ القرآن کے علاوہ آداب شریعت سیکھے اور ظاہری و باطنی علوم میں کما ینبغی استفادہ حاصل کیا"

[1] قصبہ اوش ماوراءالنہر کے قریب ہے۔ [2] خیر المجالس تصوف میں بڑے پایہ کی کتاب ہے۔ ہندوستان میں مطبوعہ دستیاب نہیں ہے۔

جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند وارد اصفہان ہوئے تو حضرت قطب صاحبؒ کی عمر بیس سال کی تھی باوجود آپ جمیع علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ پیر کامل کی تلاش میں تھے حضرت سلطان الہند رح کی تشریف آوری اور آپ کی بیعت کا ایک ہی وقت قدرت کی طرف سے مقرر ہوا تھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی صحبت بابرکت میں رہکر سعادت دارین حاصل کی اور ہندوستان میں دہلی کی ولایت ملی۔ الحمد للہ کہ پیر اور مرید ایک ہی ملک میں ہمیشہ ویدار فیض آثار سے مشرف ہوتے رہے۔

حضرت قطب صاحبؒ دن رات میں ڈھائی سو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ اور تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔ حضرت سلطان الاولیا شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قصبہ اوش میں آپ کا ایک مرید خواجہ رئیس احمد تھا۔ اُس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک محل نہایت رفیع الشان و بلند ہے اور اُسکے چاروں طرف ہزارہا لوگ کھڑے ہوئے ہیں ایک بزرگ نورانی صورت باہر سے لوگوں کے پیام لیجاتے اور اندر سے جواب لاتے ہیں۔ رئیس احمد نے دریافت کیا کہ یہ صاحب کون ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ جلیل القدر و باختصاص اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے یہ ہی ہیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی رئیس احمد نے حضرت عبداللہ رضہ سے عرض کیا کہ غلام کی جانب سے بھی استدعاء دیدار پرانوار التماس فرمادیجے۔ حضرت ممدوح تشریف لے گئے اور جواب لائے کہ ارشاد نبوی ہے کہ ابھی ہمارے دیکھنے کی تجھے قدرت و لیاقت نہیں ہے۔ جا اور ہمارا اسلام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا کر کہنا کہ ہر شب جو تحفہ تم بھیجا کرتے تھے وہ تین راتوں سے نہیں پہنچا"

رئیس احمد بیدار ہوا۔ اور فوراً یہ ماجرا حضرت قطب صاحبؒ کی خدمت میں جاکر گزارش کیا" تفصیل اسکی یہ ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کا ارادہ سفر سنکر ایک نیک اور پاک باز صاحبزادی کے ساتھ نکاح کردیا تھا۔ اِسی وجہ سے تین راتوں تک آپ درود شریف نہ پڑھ سکے

سلہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الحدیث ہیں اور آپ کی روایت ثقہ و معتبر شمار کی جاتی ہے اصحاب رسولؐ میں کبیر السن صحابہ اول مشہور تھے۔ رجال اسلام میں بلند پایہ رکھتے ہیں۔

تھے۔ جب حضرت قطب صاحب کو یہ ماجرا معلوم ہوا تو اس اللہ کے دوست اور رسول صلعم کے عاشق پر ایک خاص اثر ہوا۔ اولیائے کرام خوب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد اور وہ بھی بتوسل کیا معنی رکھتا ہے۔ فوراً بی بی کو طلاق دی اور بغداد کی سمت روانہ ہو گئے۔ وہاں کے عارفین سے ملاقات کر کے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح و حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی رح کی خدمت میں چند روز رہکر استفادہ حاصل کیا۔ اس عرصہ میں حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ خراسان سے بغداد تشریف لائے۔ اور یہ فرمایا کہ حضرت سلطان الہند غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ خراسان سے ہندوستان تشریف لے گئے۔ پیر شفیق کی خبر سنتے ہی آتش شوق بھڑک اُٹھی۔ اور نہایت بیقرار ہو کر ہندوستان کی طرف چلے۔ حضرت سلطان الہند رح سے قدمبوسی حاصل ہوئی۔ اور دونوں بزرگ سیر کنان ملتان میں پہنچے۔ یہاں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چند روز قیام کیا۔ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جگہ حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی اور اس قدر بیقرار ہوئے کہ سلسلہ بیعت میں منسلک ہو کر حلقۂ ارادت گلے میں ڈالا۔

اس زمانہ میں ترکوں نے خطا و ختن کی جانب سے ملتان پر حملہ کیا۔ اور چاروں طرف سے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان ناصر الدین قباچہ حاکم ملتان حضرت قطب صاحب رح سے طالب امداد ہوا۔ آپ نے ایک تیر منگا کر سلطان کو دیا۔ اور فرمایا کہ بعد مغرب کمان میں جوڑ کر برج حصار سے ترکوں کی فوج کی طرف نشانہ لگانا۔ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھنا۔ سلطان نے ایسا ہی کیا۔ اور اُسی رات سارے ترک غائب ہو گئے۔ خدا معلوم اُنھیں زمین کھا گئی یا آسمان۔ اسکے بعد حضرت جلال الدین تبریزی رح غزنیں تشریف لے گئے۔ اور حضرت قطب صاحب دہلی۔ سلطان ناصر الدین قباچہ نے ہر چند تضرع فداری کی اور ملتان کے قیام پر اصرار کیا مگر آپ نے فرمایا کہ یہ مقام عالم الغیب نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رح کے واسطے مقدر کیا ہے۔ اسکے علاوہ بلا اجازت حضرت سلطان الہند رح ہم نہیں رہ سکتے۔ الغرض حضرت قطب صاحب لاہور ہوتے ہوئے دہلی تشریف لائے اور کیلوکھڑی[1] میں قیام فرمایا۔ اثنائے قیام میں آتش دیدار حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی رح

[1] کیلوکھڑی نواح دہلی میں ایک موقع تھا جہاں پانی کی بہتایت اور سبزہ کی کثرت تھی ۱۲

شعلہ زن ہوئی۔ اور ایک عریضہ بہ طلب اجازت قدمبوسی اجمیر شریف ارسال کیا۔ حضرت خواجہ صاحب رح نے جواب میں تحریر فرمایا کہ قرب روحانی کو بُعد مکانی مانع نہیں ہے۔ ہم خود انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑے دنوں میں اُسطرف آئیں گے +

سلطان شمس الدین التمش ؒ نے حضرت خواجہ صاحب رح کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا۔ اور عرض کیا کہ اگر حضور والا شہر میں تشریف لاکر قیام پذیر ہوں تو عوام الناس کی آتش دیدار سے بڑے حضرت ؒ نے پانی کی کمیابی کا عذر فرمایا +

دوران قیام میں شیخ الاسلام دہلی مولانا شیخ جمال الدین محمد بسطامی رح اور شیخ محمد عطا رح معروف خواجہ حمید الدین ناگوری برابر حاضر خدمت رہتے تھے +

سلطان شمس الدین چاہتا تھا کہ ہفتہ میں دو مرتبہ حاضر خدمت ہوا کرے۔ اسکے علاوہ خلق اللہ بکثرت سے حضرت قطب صاحب ؒ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔ انہیں وجوہات سے سلطان نے حضرت رح کو دوبارہ شہر میں تشریف لانے کی تکلیف دی۔ اس مرتبہ ایسا اصرار قوی اور عاجزی بجالی کہ آپ مجبور ہو گئے اور شہر کے قریب مسجد عزالدین میں قیام فرمایا۔ اس جگہ شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ اور بیعت ہوکر تمامی عمر آپ کی صحبت میں بسر کردی۔ بارک اللہ +

مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ اور منصب شیخ الاسلام خالی ہوا۔ سلطان نے حضرت خواجہ صاحب رح کو قبول فرمانے کی تکلیف دی لیکن آپنے عذر فرمایا تو شیخ نجم الدین صغریٰ شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔ لوگ بکثرت حضرت قطب صاحب کی زیارت کو جاتے تھے۔ اور یہ اژدہام روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا۔ یہ بات شیخ نجم الدین صغریٰ کو ناگوار گزرتی تھی۔ اتفاق سے انہیں دنوں حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ حضرت قطب صاحب رح کی موجودگی ہی کیا کم تھی کہ حضرت سلطان الہند رح کی تشریف آوری نے سارے شہر دہلی کو مسجد

سلطان التمش خاندان غلامان کا دیندار اور عظیم الشان بادشاہ گزرا ہے۔ اسے فقراء کے ساتھ عقیدت خاص تھی۔ اور حضرت قطب صاحب سے بیعت بھی تھا۔ اس بادشاہ نے عالی شان مساجد تعمیر کرائی ہیں منجملہ انکے ایک میرٹھ میں ہے۔ جس میں نماز جمعہ ہوتی ہے۔ اور سلطان کا نام کندہ کیا ہوا ہے ۱۲

عزالدین کی طرف کھینچ لیا۔ حضرت قطب صاحب رح کی سمت کا کیا ٹھکانا جس باپ کے پاس جانے کو تھے وہ خود پاس تھا۔ دن رات دیدار فرحت آثار سے آنکھیں روشن ہوتی تھیں لیکن حضرت سلطان الہند صاحب رح اژدہام خلائق سے بہت گھبراتے تھے۔ اور حضرت قطب صاحب کو بھی منع فرما دیا تھا کہ سلطان شمس الدین التمش کو اطلاع نہ کریں۔ ان بزرگوں کی موجودگی اور رجوعات خلق سے شیخ نجم الدین صاحب بہت ناراض ہوئے۔ اور اسی وجہ سے حضرت سلطان الہند رح کی زیارت کو بھی نہ آئے۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب چونکہ شیخ صاحب کو خراسان سے جانتے تھے اور مراسم ملاقات اُسی زمانہ سے تھیں۔ لہذا خود ملنے تشریف لے گئے۔ شیخ صاحب اُن دنوں مزدوروں سے ایک مکان بنوا رہے تھے۔ جب خواجہ صاحب رح پہنچے تو بوجہ کدورت استقبال معقول نہ کیا۔ اور نہ اچھی طرح گفتگو کی۔ حضرت سلطان الہند رح نے فرمایا "نجم الدین! تمہارا کیا حال ہے؟ مزاج میں اسقدر تغیر۔ شاید شیخ الاسلامی کے عہدے نے تم کو بدل دیا" شیخ یہ سنکر بہت پشیمان ہوا، اور باادب معافی چاہی۔ لیکن اسقدر ضرور کہا کہ میں بھی ایک مخلص ہوں اور حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح بھی مرید ہیں۔ مگر میری شیخ الاسلامی کو اُن کے مقابلہ میں کوئی شخص برگ ترکے عوض بھی نہیں خریدتا۔ حضرت سلطان الہند رح یہ کلام شکایت سُنکر متبسم ہوئے اور فرمایا "خوف مت کرو۔ ہم قطب الدین کو اپنے ہمراہ اجمیر شریف لیجائینگے"۔

ہر چند شیخ با حضور کے واسطے مصر ہوئے مگر خواجہ صاحب نے قبول نہ فرمایا۔ اُنہیں دنوں میں حضرت بابا فریدالدین گنجشکر رح عراق۔ خراسان۔ ماوراء النہر اور حجاز شریف کی سیاحت کے بعد حضرت قطب صاحب رح کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضرت بابا صاحب رح نے اپنے پیر و مرشد کے توسل سے حضرت سلطان الہند رح کی قدمبوسی حاصل کی۔ آپ نے فرمایا "بابا بختیار۔ تم نے شاہباز عظیم القدر کو قید کیا ہے۔ جو سوائے سدرۃ المنتہیٰ کے اور کہیں آشیانہ نہیں رکھتا۔ فرید وہ شمع ہے۔ جس سے درویشوں کا خاندان روشن ہوگا" بلاشک یہ ارشاد عالی حرف بحرف پورا ہوا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ مع حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے چلے جب اہالیان دہلی نے خبر روانگی سُنی۔ سر پر خاک ڈالی اور روتے ہوئے ساتھ چلے۔ کوئی محلہ ایسا نہ تھا۔ جہاں سے ماتم کی آواز نہ آتی ہو۔ جہاں قیام

ہوتا۔ ہمراہی قدسعں کی خاک تبرکاً تیمناً اٹھا لیتے۔ حضرت سلطان الہندرہ نے یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا: "بابا قطب الدین! لوگ تمہاری جدائی سے سخت پریشان ہیں۔ اگر یہی حالت رہی تو خدا کو علم ہے کہ کیا حالت ہو۔ ہمیں ان لوگوں کی خرابی وخستہ حالی منظور نہیں تم اسی شہر میں بود وباش اختیار کرو۔ ہم تمہیں خدا کی حفظ وامان میں چھوڑتے ہیں"۔ دہلی والوں کی مراد برآئی۔ اور سلطان شمس الدین التمش تو گویا ازسرنو زندہ ہو گیا۔ سب لوگ خوشی خوشی حضرت قطب صاحبؒ کو لائے اور پہلے کی طرح دولت پائے بوسی سے فیضیاب ہونے لگے +

دہلی میں حضرت خواجہ صاحبؒ نے عقد کیا اور دو صاحبزادے شیخ احمدؒ و شیخ محمدؒ پیدا ہوئے۔ شیخ محمدؒ کا انتقال سات برس کی عمر میں ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

حضرت قطب صاحبؒ کو کاکی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب آپ دہلی میں سکونت پذیر ہوئے تو عام طور پر کسی شخص سے کچھ نذر قبول نہ فرماتے تھے۔ البتہ خصوصیت کے احباب سے کچھ لے لیتے تھے۔ مگر اُسکا بھی یہ حال تھا کہ فوراً فقرا اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپکے ہمسایہ میں ایک بقال شرف الدین نامی رہتا تھا۔ اُسکی بی بی رابطہ ہمسائیگی کے سبب سے آپکے یہاں آیا کرتی تھی۔ بسا اوقات آپکے دولت سرائے میں دو دو دن تک کچھ سامان خورونوش بظاہر میسر نہ آتا تھا تو خاتون محل اُس بی بی سے کبھی قرض لے لیتی تھیں لیکن خواجہ صاحبؒ کو اسکی خبر نہ تھی جب کہیں سے فتوحات ہوتی تو یہ قرض ادا کر دیتیں۔ ایک دن اُس تنگ دل بی بی نے خاتون محل سے کہا اگر میں موجود نہوں اور حاجت روائی نہ کروں تو تم اور تمہارے متعلقین سب فاقہ کشی سے ہلاک ہو جائیں۔ خاتون کو یہ امر ناگوار گزرا۔ اور وقت مناسب میں حضرت خواجہ صاحبؒ سے ماجرا عرض کیا۔ حضرت رح بہت متاثر ہوئے اور مراقبہ کرکے فرمایا کہ بسم اللہ کرکے حجرہ کے طاق سے کاک[1] جسقدر بھی ضرورت ہو لے لیا کرو۔ اور آیندہ کسی سے بھی قرض نہ لینا۔ چنانچہ خاتون محل ایسا ہی کیا کرتی تھیں۔ اور جسقدر مہمان آتے سب کی تواضع انہیں سے ہوتی۔ دلہائے کرام کو ملا دنیا

[1] ہندوستان میں کاک نان تنک (باریک) کو کہتے ہیں۔ لیکن میرے خیال ناقص میں میٹھی روٹی کا نام ہے جسکو بگاڑ کر انگریزی لفظ کیک (   ) بنا لیا گیا ہے۔ اب تک آپکے مزار مبارک پر روٹیاں مسافروں اور مجاوروں کو تقسیم ہوتی ہیں۔ حجاز مقدس میں کاک میٹھی روٹی کو کہتے ہیں +

کی کوئی کمی نہیں۔ لیکن وہ اِس مُردار کو مُنہ نہیں لگاتے ۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رح حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اوش سے ایک قصبہ میں تشریف لائے۔ وہاں سُنا کہ یہاں ایک مسجد ہے۔ جو شخص دوگانہ پڑھکر آخر شب میں فلاں دعا پڑھے تو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔ حضرت خواجہ صاحب تشریف لے گئے۔ اور آخر شب میں دعا پڑھی۔ لیکن کوئی شخص ظاہر نہوا۔ آپ مایوس ہوکر دروازہ مسجد پر آئے تو ایک پیر مرد نورانی چہرہ سے دوچار ہوئے۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ یہاں کیا کرتے ہیں آپنے فرمایا حضرت خواجہ خضر رح سے ملاقات کی خواہش ہے۔ پیر مرد نے کہا آپ کو دنیا چاہیے فرمایا نہیں۔ پھر کہا آپ صیادی (جال پھیلانا) کرتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ پیر مرد کہنے لگے آخر پھر کیوں حضرت خضر رح کی خواہش ہے۔ وہ بھی مثل آپکے سرگردان ہیں۔ یہاں ایک شخص صالح ہے کہ حضرت خضر ع سات مرتبہ اُسکی ملاقات کو گئے۔ مگر وہ عبادت میں ایسا مشغول ہے کہ بار نہ پایا۔ دونوں بزرگ یہی گفتگو کر رہے تھے کہ اور ایک صاحب گوشۂ مسجد سے ظاہر ہو۔ پیر مرد نے اُنکی جانب متوجہ ہوکر کہا۔ حضرت قطب صاحب نہ دنیا چاہتے ہیں اور نہ مکاری پھیلاتے ہیں۔ مگر آپ کی ملاقات کے خواہاں ہیں۔ اب خواجہ صاحب رح کو معلوم ہوا کہ مرد اول رجال الغیب میں سے تھے اور دوسرے صاحب حضرت خضر ع ہیں" ۔

سلطان شمس الدین التمش کے دل میں مدت سے آرزو تھی کہ ایک تالاب بنایا جائے جس سے خلائق دہلی کو کمی آب کی شکایت نہ رہے۔ ایک شب خواب میں آنحضرت رسول مقبول صلعم کو دیکھا کہ آپ گھوڑے پر سوار ارشاد فرماتے ہیں کہ سلطان! اگر تالاب بنانے کا ارادہ ہے تو اِس جگہ جہاں ہم ایستادہ ہیں، بنانا۔ سلطان بیدار ہوکر نہایت مسرور ہوا اور حضرت خواجہ صاحب رح کی خدمت میں عرض کرایا کہ جناب رسالتمآب صلعم نے جس جگہ بنارِ تالاب کے واسطے حکم دیا ہے۔ میں جاتا ہوں۔ حضرت ؒ بھی تشریف لائیں لیکن آپ وہاں قبل سے موجود تھے۔ سلطان نے دست بوسی کی۔ اور اُس جگہ پر اللہ کی شان کہ سُمِ اسپ کا نشان موجود تھا۔ تالاب تعمیر کرانا شروع کیا۔ نشانِ سُم سے پانی بھی جاری ہوا

وہاں ایک صفہ اور گنبد تعمیر کرا دیا[۵۱]

ماوراء النہر کا مشہور شاعر ناصری وطن سے آکر حضرت خواجہ صاحب رح کی دولتسرائے پر مقیم ہوا۔ بوجہ ہموطنی حضرت ممدوح اُس سے بہ محبت پیش آئے۔ ناصری نے ایک قصیدہ سلطان التمش کی شان میں لکھا تھا جس کا یہ مطلع ہے ؎

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ   تیغ تو مال و فیل ز کفار خواستہ

اُسنے حضرت خواجہ صاحب سے عرض کیا کہ اسکے صلہ میں مالامال ہو جاؤں۔ آپ دعا فرمائیے حضرت رح نے سورۂ فاتحہ پڑھکر فرمایا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ ناصری دربار میں حاضر ہوا۔ لیکن اُسوقت سلطان اور طرف متوجہ تھا۔ قصیدہ کی جانب دہیان نہ دیا۔ ناصری دوڑا ہوا گیا۔ اور حضرت خواجہ صاحب رح کو لایا۔ آپنے فرمایا۔ اچھا پڑھو ؎

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ   تیغ تو مال و فیل ز کفار خواستہ

شاعر نے دیکھا کہ باوجود مشغولی کے سلطان کو یہ مطلع یاد رہا تو خوش ہو کر سارا قصیدہ سُنایا۔ سلطان بہت محظوظ ہوا اور دوبارہ پڑھوا کر سُنا۔ حکم دیا کہ اس میں ترپن[۵۲] اشعار ہیں۔ لہذا ترپن ہزار تنگہ نقرئی[۵۳] ناصری کو انعام دیے جائیں۔ وہ یہ سب روپیہ لیکر حضرت خواجہ صاحب رح کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضرت کی طفیل سے یہ مال ملا ہے۔ امیدوار ہوں کہ قبول فرمایا جائے؛ آپنے فرمایا یہ تمہارے ہی واسطے ہے

ایک دفعہ حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواجہ قطب الدین سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ اُسوقت محفل سماع برپا تھی۔ اور قوال یہ غزل گا رہا تھا[۵۴]

کُشتگان خنجر تسلیم را   ہر زماں از غیب جانے دیگر است

خواجہ صاحب رح یہ سُنتے ہی بے ہوش ہوگئے۔ خواجہ حمید الدین ناگوری رح اور شیخ بدرالدین

---

[۵۱] یہ تالاب اب تک جاری ہے اور اکثر باغات اسی سے سیراب ہوتے ہیں حضرت امیر خسرو دہلوی رح نے اپنی مثنوی قران السعدین میں اس کی تعریف فرمائی ہے۔ اکثر مشائخ دہلی اور بخصوص حضرت قطب صاحب یہاں مشغول عبادت رہے ہیں۔ یہیں پر ابو سعید دمشقی رجل الغیب نے حضرت خواجہ صاحب کو سلام کیا تھا۔ اور غائب ہوگئے تھے ۱۲ [۵۲] تنگہ کی بابت اختلاف ہے کہ اُسکا کیا وزن تھا مگر کثرت رائے یہ ہے کہ مہر کے برابر ہے ۱۲ [۵۳] مولانا احمد جام زندہ پیل رحمۃ اللہ کی یہ غزل ہے۔ مولانا احمد صاحب رح خاندان چشتیہ کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم رح کے زمانہ میں بغداد شریف بھی وارد ہوئے تھے ۱۲

غزنوی رح حاضر خدمت تھے ۔ یہ دونوں بزرگوار حضرت رح کو اپنے مکان میں لائے۔ اور
قوالوں کو بُلاکر اسی غزل کی تکرار کرائی خواجہ صاحب رح تین رات دن تک وجد کی حالت میں رہے
اور شب دوشنبہ ۱۴۔ ربیع الاول ۶۳۴ ہجری کو آپ کی حالت زیادہ دگرگوں ہوئی حضرت
حمید الدین رح کے زانو پر سر مبارک اور شیخ بدرالدین رح کی آغوش میں قدم مبارک تھے
یہ کیفیت ملاحظہ فرماکر شیخ حمید الدین رح نے عرض کیا کہ حضور کی حالت دگرگوں ہے خلافت
و سجادہ نشینی کے واسطے کیا ارشاد ہوتا ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ خرقۂ خلافت جو حضرت
سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہوا ہی مع نعلین چوبی و مصلائے
خاص و عصا حضرت بابا فرید صاحب رح کو پہنچایا جاوے کہ وہی اسکے حقدار ہیں۔ اسوقت
آپ کی اولاد رشید اور بڑے بڑے مشائخ موجود تھے ۔ لیکن یہ نعمت من جانب اللہ حضرت بابا
صاحب رح کے واسطے مقدر ہوچکی تھی۔ اِسقدر ارشاد کے بعد آپنے جان جاں آفرین کے
سپرد کی اور سارے مشتاقین کو داغ مفارقت دوامی دے گئے۔ اِنا للہ وانا الیہ
راجعون +

حضرت بابا صاحب اُسوقت ہانسی میں تشریف رکھتے تھے ۔ بوقت رحلت آپکے
کشف سے معلوم ہوا تو فوراً روانہ دہلی ہوئے ۔ اِدھر اِن حضرات نے اِس سانحہ جانکاہ
کی اطلاع ایک قاصد کے ہاتھ روانہ کی تھی۔ وہ بھی نصف راہ میں مل گیا۔ جسوقت حضرت
بابا صاحب رح کو یہ خط ملا۔ بہت جلد دہلی تشریف لائے ۔ اور مزار مبارک حضرت قطب
صاحب رح پر حاضر ہوکر لوازم زیارت ادا کیئے ۔ اُسوقت شیخ حمید الدین ناگوری رح و شیخ
بدرالدین غزنوی رح نے تبرکات حضرت بابا صاحب رح کی خدمت میں پیش فرمائے۔ آپنے
اُسی مصلے پر دوگانہ پڑھا۔ اور حضرت قطب صاحب رح کے دولت خانہ پر تشریف لیجاکر
متعلقین کو صبر کی ہدایت فرمائی۔ ایک ہفتہ قیام فرمایا اِس کے بعد تشریف لیگئے +

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عید کے دن بعد نماز
حضرت قطب صاحب رح اُس جگہ جہاں آپکا مزار مبارک ہی تشریف لائے اور فرمایا یہاں سے بوئے
محبت آتی ہی چنانچہ آپنے اُس زمین کو خرید فرماکر قبر شریف کے واسطے محفوظ رکھا۔ بعد انتقال وہیں دفن

شیخ المشائخ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنجشکرؒ

گل گلزار انوارِ معانی | دُرِ دریائے گنجِ لامکانی
مے وحدت زجامِ عشق خوردہ | قدم در عالمِ لاہوت بُردہ
بملکِ فقر شاہنشاہِ مقصود | فرید الدین ملت شیخ مسعود

حضرت بابا صاحبؒ کے جدامجد فرخ شاہ کابل کے بادشاہ تھے۔ آپکے والد ماجد شیخ کمال الدین سلیمان رح ملتان میں بعہد سلطان شہاب الدین غوری تشریف لائے۔ اور شاہ نے عنایت فرماکر قصبہ کھوتوال[1] بطور جاگیر عطا فرمایا۔ شیخ کمال الدین نے یہیں پر خواجہ وجیہ الدین خجندی کی دختر سے نکاح کیا۔ اور اُس عفیفہ سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ فرید[2] الدین محمود فرید[3] الدین مسعود۔ نجیب[4] الدین معروف بہ متوکل +

حضرت[5] بابا صاحب رح کا سنہ ولادت ۵۶۹ھ ہجری ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نہایت پارسا اور نیک تھیں۔ نقل ہے کہ ایک چور آپکے مکان میں گھس آیا۔ اور بی بی صاحبہ نماز تہجد میں مشغول تھیں۔ جب آپ کی نگاہ اُس پر پڑی نابینا ہوگیا۔ آخر توبہ کی اور اسی خاندان کی خدمت گزاری میں عمر بسر کردی۔ اُسکی قبر موضع کھوتوال میں ہے۔ جہاں حضرت بابا صاحبؒ کے والد ماجد شیخ کمال الدین رح اور برادر بزرگ کے مزارات ہیں۔ اُس چور کا نام عبداللہ تھا۔ اور لوگ اب تک اُسکے مزار سے بطفیل خاندان بابا صاحب فیض پاتے ہیں۔ الحمدللہ۔

حضرت بابا صاحب کا سن اٹھارہ سال کا تھا۔ اور آپ مسجد قبۃ الاسلام ملتان میں مولانا منہاج الدین صاحب سے کتاب نافع ترمذی پڑھتے اور حفظ کلام کرکے روزانہ ایک مرتبہ ختم کرتے تھے۔ اُسی مسجد میں قیام بھی تھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک نظر میں حالت دگرگوں ہوگئی۔ فوراً قدمبوسی کی۔ حضرت قطب صاحبؒ نے فرمایا۔ تمہاری بغل میں کونسی کتاب ہو۔ عرض کی کتاب نافع۔ جواب دیا انشاءاللہ یہ نافع ہوگی۔ حضرت بابا صاحبؒ حضرت قطب صاحبؒ کی خدمت بابرکت میں

---

[1] بہ قصبہ ... ملتان میں ہے ۱۲ [5] حضرت بابا صاحبؒ کے ملفوظات حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین رح نے راحت القلوب کے نام سے جمع کئے ہیں جن کا سلیس و با محاورہ اردو ترجمہ ہمارے مکرم مولانا امداد صابری صاحب دہلوی نے کردیا ہے

بسر کرنے لگے۔ جب آپ دہلی کیطرف روانہ ہونے لگے تو حضرت بابا صاحبؒ بھی
ساتھ ہوئے۔ حضرت قطب صاحبؒ نے فرمایا۔ "بابا فرید اس ترک و تجرید سے قبل کچھ فنون
علوم ظاہری کی تحصیل میں صرف کرو۔ اور اسکے بعد دہلی آکر ہمارے پاس رہو۔ کیونکہ زاہد
بے علم مسخرہ شیطان ہوتا ہے۔" حضرت قطب صاحبؒ غایت محبت سے تین منزل ہمراہ تشریف
لے گئے۔ اُسکے بعد رخصت ہوکر حسب الحکم قندہار جاکر پانچ برس تحصیل علوم میں مشغول
رہے۔ اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ حضرت شیخ سیف الدین خضریؒ حضرت
شیخ سعید الدین حمویؒ حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ۔ حضرت شیخ اوحد الدین کرمانیؒ۔ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ وغیرہ سے استفادہ حاصل کیا۔ ہر ایک بزرگ نے شفقت فرماکر کمالات سے سرفراز فرمایا۔ الحمد للہ۔
حضرت شیخ خضری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ "اے فرزند جب تو سب سے بیگانہ ہو
تو خدا سے یگانہ ہوگا۔" ؎

تا خانۂ دل خالی از اغیار نیابی ‫ بام و درِ خانہ پُر از یار نیابی

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ و حضرت شیخ سعید الدین حموی رحؒ نے فرمایا
"اے فرزند۔ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے نہ خرقہ پوشی کا۔ خرقہ اُسی کا حق ہے جو مسلمانوں
کے عیوب کو پوشیدہ کرے۔"

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ "برادر جبتک
اس راہ میں دل سے نہ چلیگا قدم سیدھا نہ پڑے گا۔ آنکھ نہ چوکے ورنہ قربیت حاصل نہ ہوگی۔"
حضرت بابا صاحبؒ خود ارشاد فرماتے ہیں ؎

گیرم کہ بہ شب نماز بسیار کنی ‫ در روز دوائے شخص بیمار کنی
تا دل نہ کنی ز غصہ و کینہ تہی ‫ صد خرمن گل بر سر یک خار کنی

جب حضرت بابا صاحب رحؒ فارغ التحصیل ہوکر حضرت قطب صاحب کی خدمت میں دہلی حاضر
ہوئے تو آپ بہت محظوظ و مسرور ہوئے۔ اور دروازہ غزنیں کے نزدیک ایک حجرہ تعین
فرما دیا۔ اس دوران میں حضرت قطب صاحبؒ نے جملہ کمالات باطنی سے حضرت بابا صاحب
کے باطن کو آراستہ فرما دیا۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحؒ کے اور بھی مریدان خاص تھے۔ مثلاً شیخ بدرالدین غزنویؒ

شیخ احمد نہروانی رح وغیرہ۔ اور یہ حضرات ہمیشہ حاضر باش رہتے تھے۔ لیکن حضرت بابا صاحب دو ہفتے کے بعد حاضر ہوتے تھے۔ باوجودیکہ حضرت بابا صاحب رح گوشہ نشین رہتے تھے لیکن انبوہ خلائق آپ کو چین نہ لینے دیتا تھا۔ اور بسا اوقات اس اژدہام سے پریشان بھی ہو جاتے تھے۔ صرف پیرومرشد کی موجودگی کا عشق تھا۔ ورنہ دہلی میں کیا رکھا تھا آخر مجبور ہو کر حضرت قطب صاحب نے بھی اجازت مرحمت فرمادی۔ اور آپ قصبہ ہانسی میں تشریف لے گئے۔ یہاں حضرت قطب صاحب رح کی وفات تک قیام رہا۔ اسکے بعد آپ دہلی تشریف لائے۔ اور تبرکات حاصل کرکے دولت سرائے قطب صاحب پر قیام فرمایا +

ایک دن نماز جمعہ کے واسطے باہر تشریف لاتے تھے کہ ایک مجذوب سرہنگا نامی جو ہانسی میں اکثر حاضر خدمت رہتا تھا۔ دہلیز پر کھڑا رو رہا تھا۔ حضرت کو دیکھتے ہی قدموں پر لوٹ گیا۔ اور کہنے لگا " میں حضور کے دیدار فرحت آثار کے واسطے ہانسی سے آیا ہوں اور اب تاب مفارقت نہیں ہے۔ اہالیان ہانسی بھی بہت بیقرار ہیں" +

حضرت رح نے یہ سنکر افسوس کیا اور نیز ہجوم دہلی سے بھی پریشانی تھی۔ جواب میں فرمایا " جو نعمت ہمکو حضرت خواجہ قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی ہے اُسکی برکت یہاں اور وہاں یکساں ہے " +

یہ ارشاد فرماکر حضرت قطب صاحب رح کی اولاد امجاد سے وداع ہوئے اور ہانسی میں تشریف لائے۔ لوگ مدت سے آرزومند قدمبوسی تھے۔ اسقدر اژدہام ہوا کہ آپ پریشان ہو کر حضرت خواجہ جمال ہانسوی رح کو خرقہ وغیرہ عطا فرما ایسی جگہ کا ارادہ کر کے تشریف لے چلے جہاں کوئی نہ پہچانے۔ آخرکار قصبہ اجودہن[1] میں پہنچے۔ یہاں کے لوگ بیشتر کج خلق اور بدمزاج تھے۔ زاہد و عالم سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے۔ اسواسطے وہاں قیام فرماکر عبادات میں مشغول ہوئے +

حضرت شیخ نصیر الدین محمود دہلوی رح فرماتے ہیں " حضرت شیخ رح نے اجودہن میں عقد نکاح بھی فرمایا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اولاد عنایت فرمائی تو جامع مسجد کے قریب اہل و عیال کے واسطے ایک مکان تعمیر فرمایا لیکن خود مسجد میں قیام فرماتے تھے " +

[1] اسی اجودہن کو پاک پٹن کہتے ہیں۔ اور دیپالپور کے قریب ہے ۱۲

یہاں بھی دہلی و ہانسی کی سی کیفیت ہوئی۔ خلق خدا جوق جوق قدمبوسی کو اُمڈی چلی آتی تھی۔ آپ بھی مجبور ہوگئے۔ اور ہر شخص سے بلطف پیش آنے لگے۔ مراد مندوں کی مرادیں بفضل خدا پوری ہونے لگیں +

اجودہن میں لوگوں نے ازراہ مخاصمت آپ کی ایذارسانی کے مختلف ذریعے سوچے لیکن بفضل خدا کچھ نہ ہوا۔ خدا کا ہاتھ جسکے سر پر ہوتا ہے اُسکا کوئی بھی کچھ نہیں کرسکتا ع دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است + قاضی اجودہن نے حتی الامکان تکلیف دہی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ شہاب الدین ساحر کی لڑکی نے سحر کیا لیکن کوئی وار کارگر ہوا۔ آپنے بنظر ترحم اپنے مخالفین سے کبھی انتقام لینے کا خیال بھی نہ کیا۔ اور ہمیشہ معافی دی +

مولانا محمد قاسم فرشتہ نے حضرت شیخ رح کی کرامات کا ذکر کیا ہی لیکن وہ سب بزم فرید ترجمہ (راحت القلوب) ہیں مرقوم ہیں۔ بلکہ اُس کتاب میں جسقدر حالات حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے درج فرمائے ہیں۔ اُنکا عشر عشیر بھی مولانا فرشتہ نے نہیں لکھا۔ ہمنے قصداً اُن کرامات کا ذکر حذف کردیا ہی۔ اگر ناظرین کلی طور پر ملاحظہ فرمانا چاہیں تو بزم فرید[1] ضرور دیکھیں +

حضرت شیخ نظام الدین سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "حضرت باباصاحب کا وصال ۹۵ سال کی عمر میں شب پنجشنبہ ماہ محرم ۶۶۴ھ ہجری میں ہوا"۔ مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حسب وصیت جامہ علیہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان الاولیاء کو عطا فرماکر سجادہ نشینی کی خوش خبری دی۔ کاسہ وعصا حضرت شیخ رح کے فرزندوں کے پاس رہا +

تذکرۃ الاتقیا میں ذکر ہے کہ فرمان سجادہ نشینی حضرت سلطان الاولیاء رح کے حق میں حضرت باباصاحب نے تحریر فرماکر حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی کے پاس بھیجا اُنھوں نے خوش ہوکر یہ بیت اُس میں درج کی ؎

---

[1] کتاب ہذا نو آنے (۹ ر) میں دفتر نظام المشائخ۔ کوچہ چیلان دہلی سے مل سکتی ہے ۱۲

ہزاراں درود و ہزاراں سپاس　　　　کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

اِس سے قبل حضرت بابا صاحب رحہ نے اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے اصرار بیحد سے اپنی ہمشیرہ زادے کیواسطے سجادہ نشینی کا فرمان حضرت جمال ہانسوی رحہ کے پاس بھیجا لیکن وہ چاک کر دیا گیا۔ بات یہ ہے کہ منصب سجادہ نشینی من جانب اللہ جسکو عطا ہوتا ہے۔ اُسے ہی پیرو مرشد بھی انتخاب کرتا ہے۔ ورنہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحہ حضرت قطب صاحب رحہ کو اور حضرت قطب صاحب رحہ حضرت بابا صاحب رحہ کو اور حضرت بابا صاحب نے سلطان الاولیا صاحب رحہ کو باوجود اطفاد ہونیکے کیوں منتخب کرتے +

رسالہ نظام المشائخ نمبر ۶ جلد ۱۱۔ بابت ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ میں ایک مضمون حضرت بابا صاحب کے متعلق پال مال گزٹ لنڈن سے ترجمہ کرکے درج کیا گیا ہے۔ راقم ایک انصاف پسند انگریز سیاح ہے اور اُس نے اعتقاد کی بابت یہ مضمون لکھا ہے۔ میری کتاب کے وہ موزوں ہے۔ اسلیئے ذیل میں درج کرتا ہوں[ط] :-

"پاک پٹن شریف دنیائے تاریخ کو اجودھن کے نام سے تیئیس سو سال سے معلوم ہے لیکن اسکا دوسرا نام پاک پٹن آج سے آٹھ سو سال قبل اِسے مِلا تھا۔ اور اُسوقت سے یہ اپنے قلعہ کی مضبوطی کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک مقدس ہستی کے جائے آرام ہونیکے باعث اسلامی دنیا میں شریف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۱۷۳ء کی بات ہے کہ وہ پاک ہستی معرضِ وجود میں آئی تھی۔ جسے آگے چلکر دنیا میں بہت کچھ نام پیدا کرنا تھا۔ اور جسے اب دنیا بابا فریدالدین صاحب گنجشکر کے نام سے یاد کرتی ہے۔ بابا صاحب نے تبلیغ اسلام کے کام میں جو نام پیدا کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کو اِس شہر سے خاص اُلفت تھی چنانچہ وفات پر آپ کا مزار اقدس بھی اسی شہر میں بنا۔ زہد و تقوٰے اور پرلے درجہ کی سخت عبادت مشرقی مذاہب کا خاصہ ہیں۔ اور اپنے ہمعصر زاہدوں سے بابا فرید شکر گنج اِن سب باتوں میں گوئے سبقت لے گئے تھے۔ آپ کی روزہ داری کا یہ عالم تھا کہ آپنے متواتر تیس سال تک ماکولات کا ایک ذرہ تک اپنے اندر نہ جانے دیا اور کہا جاتا ہے کہ آپکے پاس لکڑی کی ایک روٹی یا لکڑی سے بنے ہوئے انگوروں کا ایک

[ط] سرہا تنس اورنگ نے بھی ایک مضمون حضرت بابا صاحب کے مزار کے متعلق پنجاب ہسٹاریکل میگزین لاہور میں لکھا ہے وہ اور یہ مضمون قریب قریب ایک ہیں "

خوش ہوتا تھا۔ اور بھوک کے وقت آپ انہیں کو کاٹتے یا پیٹ پر رکھتے اور آپ کی اشتہا دور ہو جاتی تھی۔ یہ روٹی اور چوبی انگور آجتک آپ کی خانقاہ میں موجود ہیں اور زائرین کو انکی زیارت کرائی جاتی ہے۔ آپ کی شہرت افغانستان فارس اور وسط ایشیا کے دور دراز کونوں تک پھیل گئی۔ یہاں تک کہ اجودھن کا نام آپ ہی کے طفیل سے پاک پٹن اور پھر پاک پٹن شریف ہو گیا۔

پاک پٹن آجکل کی ملکی تقسیم کے لحاظ سے منٹگمری کے ضلع میں واقع ہے۔ اور جب دور سے دیکھا جائے تو ایک سبز و سیاہ بادل افق آسمان میں زمین اور آسمان کو ملاتا ہوا نظر آتا ہی۔ لیکن جوں جوں نزدیک آتے جائیں۔ ووں ووں سیاہ بادل پہاڑی کی شکل اختیار کر لیتا ہی۔ پہاڑی کے دامن سے لیکر بلندی تک یہ شہر پھیلا ہوا ہے۔ اور ایک مکان پر دوسرا مکان اٹھتا ہوا نظر آتا اور عجب منظر پیش نظر کرتا ہے۔ ان اونچے اونچے مکانوں کے عین بیچوں بیچ سب سے بلند پتھر کی عمدہ اور سفید عمارت ہی جو باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ ہی۔

پاک پٹن کی گلیاں گندی اور تنگ ہیں۔ انکی تنگی کا یہ حال ہے کہ آمنے سامنے سے آتے ہوئے دو آدمی گزر نہیں سکتے۔ تاوقتیکہ ایک ہٹ کر دیوار سے نہ لگ جائے یا دونوں کندھا مار کر نہ چلیں۔ لیکن ایک بڑی سڑک پہاڑی کی چوٹی کی طرف جاتی ہے (پہاڑی کوئی پچاس فٹ بلند ہے) اسکے عین درمیان میں بائیں ہاتھ کو خانقاہ معلی کی سفید عمارت کھڑی ہے۔ اس عمارت کے شرقی اور غربی دو دروازے ہیں۔ جنپر چاندی سے بہت کچھ نقش نگار کیئے ہوئے ہیں۔ اور سنگ مرمر کی دیواروں میں سنگ سیاہ کے موٹے حرف میں کتبے اور اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ دونوں دروازوں پر لا الٰہ الا اللہ کا مشہور کلمہ شریف تحریر ہے جو سینکڑوں برسوں سے مسلمانوں کی توحید پرستی کا گواہ چلا آتا ہے۔

خانقاہ کے اندر قبر زمین سے چند فٹ اونچی ہے جسکے پاس صرف ایک مدھم سا دیا جلتا رہتا ہے۔ خانقاہ کا زیور سادگی ہے اور اسقدر نور برس رہا ہے کہ منکر بھی مجبوراً مان لیتے ہیں کہ یہاں کوئی خدا پرست آرام کر رہا ہے۔ قبر کے پاس اور قبریں ہیں۔ جن میں خانقاہ کے مجاور مدفون ہیں۔ باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سے آجتک انتیس مجاور

خانقاہ معلٰے کی جاروب کشی کر کے بہشت بریں میں قدم فرما چکے ہیں۔ خانقاہ کے رو پہلی دروازوں میں سے جنوبی دروازہ خاص طور پر قدر و الفت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اسے "دروازہ ارم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس دروازے میں دو بھاری بھاری قفل پڑے رہتے ہیں۔ جن میں سے ایک کی کنجی تو ایک مسلمان کے پاس رہتی ہے جو بابا صاحب کے خاندان سے بتایا جاتا ہے۔ اور دوسری ایک ہندو کے پاس ہوتی ہے۔ یہ کنجی آٹھ سو سال سے ہندوؤں کے قبضہ میں ہے۔ اور پہلے اُس دن انکے ہاتھ میں آئی تھی جبکہ بابا صاحب رہ نے عالم فانی کو خیرباد کہا تھا۔ ہندو آجتک باوجود آٹھ سو سال گزر جانے کے باوا جی رہ کے مرید ہیں۔ اور اس کنجی کے حقدار متصور ہوتے ہیں۔ اس چابی کے ہندوں کے ہاتھ میں جانے کی وجہ یہ ہے کہ جس جگہ آج خانقاہ معلی واقع ہے وہاں پہلے ہندوؤں کا شوالہ تھا۔ ہر ماہ کی چوتھی اور پانچویں تاریخ کی درمیانی رات کو یہ دروازہ کھلتا ہے۔ اور جو کوئی بھی بہشت حاصل کرنے کا متمنی ہوتا ہے اُسے لازم ہے کہ اس عرصہ میں اس دروازے میں سے گزرے۔

دروازہ ارم کے پاس ہی بائیں ہاتھ کو چٹائیوں کی ایک جھونپڑی سی بنی ہوئی ہے اس جھونپڑی میں ایک فقیر پتھروں پر لیٹا رہتا ہے۔ آج اُسے اس میں داخل ہوئے چھ سال ہوئے ہیں۔ موسم گرما کی چلچلاتی گرمیاں اور سرما کی کڑاکے کی سردیاں اُس نے یہیں گزاری ہیں۔ گاہ گاہ وہ رات کے وقت باہر نکلتا ہے۔ اور کبھی کبھی دو چار نوالے روٹی کے کھا لیتا ہے۔ ورنہ وہیں پڑا موت کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ اور لوگ آکر اُسکی زیارت کرتے ہیں۔

جب سیاح عصر کے وقت جاتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ وہی سورج جسکی طرف آنکھ بھر کر دیکھا نہیں جاتا۔ زرد پڑ کر ایک سنہری تھال کی صورت اختیار کر کے مغرب میں غروب ہو جاتا ہے تو موذن کی زبردست اور دل ہلا دینے والی آواز بلند ہوتی ہے جو پتھروں اور چٹانوں سے ٹکراتی ہوئی دور تک جاتی اور سارے شہر میں ایک ہیبت ناک گونج پیدا کر دیتی ہے۔ اذان کی آواز سنتے ہی لوگ کاروبار چھوڑ کر مسجد کی طرف بھاگتے ہیں۔ اور سب ملکر اپنی نماز ادا کرتے ہیں۔ اذان کے ختم ہونے کے بعد جب نمازی ملکر لا الٰہ الا اللّٰہ کی

صدا بلند کرتے ہیں تو عجب عالم نظر آتا ہے +

پاکپٹن کا چھوٹا سا شہر محرم کے ایام میں زائرین سے بھر جاتا ہے جن کی تعداد کم سے کم ساٹھ ہزار ہوتی ہے اور جن میں دنیائے اسلام کے ہر حصہ کے لوگ موجود ہوتے ہیں مدراس کے لوگ۔ افغانستان کے باشندے۔ فارس۔ بلخ۔ بخارا اور ترکستان کے زائر آتے ہیں حتےٰ کہ ایشیا کی تمام زبانیں خانقاہ کے گرد سنائی دیتی ہے۔ تھکے ماندے اور کوفتہ زائرین اونٹوں پر۔ چھکڑوں پر اور گاڑیوں پر آتے ہیں۔ یہ زائر اکثر گاتے اور خوشیاں مناتے آتے ہیں۔ فرط انبساط سے وجد میں آتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ زندگی میں ایک دفعہ پھر خانقاہ معلی کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ شہر کے جنوب کی طرف جو خوفناک میدان دامن کوہ میں واقع ہے۔ یہ سارے کا سارا زائرین سے پر ہو جاتا ہے جو یہاں جنگل میں منگل کا سماں باندھ دیتے اور اپنی چہل پہل سے اس ہو کے میدان کو پر رونق شہر بنا دیتے ہیں۔ نٹ۔ تماشہ گر۔ ریچھ اور بندر نچانے والے۔ ہنگھوڑے غرضیکہ کوئی ایسا کھیل نہیں ہوتا جو یہاں موجود نہو۔ تماشہ گروں اور دیکھنے والوں کا اسقدر جمگھٹا ہوتا ہے کہ اندازہ لگانا دشوار ہو جاتا ہے۔ مگر یہ نہ سمجھئے کہ تماشہ گر صرف کمانے کی غرض سے آتے ہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ بھی بابا صاحب کی خانقاہ کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ بھیڑ میں آپ کو ٹوپی پوش۔ پگڑیاں باندھنے والے۔ انگریزی سوٹ بوٹ سے آراستہ اور کابلی چپلے استعمال کرنے والے لوگ نظر آئینگے۔ بہرے۔ گونگے۔ اندھے کوڑھی۔ تندرست۔ پاجامہ۔ پتلون اور تہ بند باندھنے والے۔ اردو۔ فارسی۔ پشتو انگریزی۔ تامل اور عربی بولنے والے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ اور ان سب کا مدعا ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی کسی طرح "دروازہ ارم" میں سے گزر جائیں +

اس بہشتی دروازے میں سے زائرین کا گزرنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ اسکے لیے مقامی افسروں کو ہر سال خاص انتظام کرنا پڑتا ہے۔ ایک رات کے عرصہ میں چالیس ہزار یا ساٹھ ہزار زائرین کا ایک تنگ دروازے میں سے گزرنا اور پھر کسی کو گزند نہ پہنچنا قطعًا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پولیس کے بہت سے سپاہی یہاں اس موقع پر بھیجے

جاتے ہیں۔ شفاخانے قائم کیئے جاتے ہیں۔ اور دوسرے ایسے وسائل اختیار کیئے جاتے ہیں کہ زائرین کو کسی قسم کی تکلیف ہو تو فوراً مدد پہنچ سکے۔ شہر کے باہر سے لیکر دروازۂ بہشتی تک دو دیواریں کھڑی کی جاتی ہیں جن کا درمیانی فاصلہ دو پائی فٹ کے قریب ہوتا ہے۔ ہر زائر کے لیئے ضروری ہے کہ وہ شہر میں داخل ہونیسے قبل اس تنگ گھاٹی کی سی جگہ میں کھڑا ہو۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ زائر لوگ ایک ایک کرکے اس گھاٹی میں داخل ہوتے ہیں۔ اور انکی جدوجہد سے بہشتی دروازے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور ان لوگوں کی دھکم دھکا سے زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔ کیونکہ باہر میدان کھلا ہوتا ہے اور ہوا گندی نہیں ہونے پاتی لیکن اسکے علاوہ خانقاہ معلے کے صحن میں ہزارہا زائرین موجود ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان دیواروں میں سے گزرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ انہیں خاص دروازے سے گزار لیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اکثر نابینے۔ بیمار۔ بوڑھے۔ بچے ہر درجہ کے افسر مختلف ممالک کے شرفاء یا نواب وغیرہ ہوتے ہیں +

جب وہ رات آتی ہے جبکہ سال بھر کے بعد دروازۂ ارم کھلنا ہوتا ہے تو شام ہوتے ہی اسے وا کردیا جاتا ہے اور زائرین کو یکے بعد دیگرے اسکے نیچے سے گزرنے کی اجازت دیجاتی ہے +

اس وقت خانقاہ معلے پر عجب نور برس رہا ہوتا ہے۔ اور دیئے کی مدہم روشنی میں منظر پرہیبت اور پرجلال نظر آتا ہے۔ زائرین کو دیواروں کیطرف ہٹا دیا جاتا ہے۔ اور قبر کے اردگرد کی جگہ صاف کردی جاتی ہے۔ یہ زائر ہر وقت خدا کا نام جپتے رہتے ہیں۔ دروازے میں ایک امرتسری فقیر کھڑا ہوجاتا ہے۔ یہ اپنا ایک ہاتھ اور سر دہلیز سے لگا لیتا ہے۔ اور منہ آسمان کی طرف کرکے کچھ پڑھنا شروع کردیتا ہے۔ اُسکے بدن پر لوہے کی زنجیریں بکثرت ہوتی ہیں۔ اور اُس نے چار ابرو کا صفایا کرایا ہوتا ہے۔ اسکی شکل اطالیہ کے پوپوں سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ اور ہر سال یہ اسی طرح سے فرید اعظم کے حضور اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے جب مقررہ وقت آجاتا ہے اور نماز مغرب سے خدا پرست لوگ فارغ ہوجاتے ہیں تو دروازے کے قفلوں کے کنجی بردار ہندو مسلمان دونوں اپنے اپنے مکانوں سے باہر

نکلتے ہیں۔ اِن کے ساتھ کئی مولوی اور عالم ہوتے ہیں۔ اور انکو دیکھتے ہی زائر لوگ خوشی اور انبساط کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ دروازے کی طرف ایک گول رستہ جاتا ہی جسپر ہوتے ہوئے یہ لوگ چکر کھاکر دروازہ کے پاس پہنچتے ہیں۔ اِسوقت ڈھول نقارے اور نفیری کے شور کے باعث کان پڑی آواز تک سنائی نہیں دیتی۔ جونہی دروازہ کھلتا ہے۔ اور اُسکے بھاری پٹ کھولدیئے جاتے ہیں تو زائرین تمام ترتیب کو خیرباد کہکر دیوانہ وار اپنے مدعا کے حصول کے لیئے جدوجہد کرنے لگ جاتے ہیں۔ اِسوقت کسی کو کسی کا خیال نہیں ہوتا۔ ہر ایک نفسی نفسی پکارتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ سب سے پہلے میں گزر جاؤں۔ لیکن پولیس (جس کے ساتھ چند انگریز افسر بھی ہوتے ہیں) فوراً کام کرنے لگ جاتی ہی۔ قانون کی لاٹھیاں وفادار زائرین کے سروں پر پڑنے لگ جاتی ہیں۔ اور لوگوں کو جبراً پیچھے ہٹاکر دوبارہ قطاریں بناتی جاتی ہیں۔ لیکن پھر وہی بے ترتیبی کا عالم ہوجاتا ہے اور لوگ کہنیاں اور کندھے مار مار کر اپنا رستہ بنانے لگ جاتے ہیں۔ اِس دفعہ دروازہ بند کردیا جاتا ہی اور جو لوگ زخمی ہوجاتے ہیں۔ اُنکی چیخوں اور آہوں سے آسمان گونج اٹھتا ہے۔ پولیس پھر کوشش کرتی ہے اور آخر ترتیب پھر قائم ہوجاتی ہے۔ دو دو اور تین تین کرکے پولیس زائرین کو اندر داخل کرتی ہے۔ یہ لوگ "فرید فرید" کے نعرے لگاتے نکل جاتے ہیں۔

اگر دروازے کے پاس کھڑا ہوکر دیکھا جاتے تو عجب منظر پیش نظر ہوتا ہی۔ وہ دیکھئے ایک بزرگ معمر زائر چلا آتا ہے جو ہندوستان سے دور دراز کا سفر طے کرکے آیا ہی۔ ماتھے کا گٹہ نمازی ہونے کا مظہر ہے۔ ہاتھ میں زمرد کی تسبیح ہے۔ جسکے دانوں کو وہ بڑی جلدی جلدی حرکت دیتا ہے۔ اور جوں جوں دروازہ اسکے نزدیک آتا جاتا ہے۔ اِس حرکت میں اُور بھی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اللہ اکبر۔ سبحان اللہ اور الحمد للہ کا ورد کرتا دروازہ میں سے گزر جاتا ہے۔ اِسکے پیچھے ایک اور شخص آتا ہے۔ جسکا سرخ چہرہ اور اُلجھے ہوئے بال ظاہر کرتے ہیں کہ وہ شمال کے علاقہ یاغستان کا باشندہ ہے۔ عقابی ناک اور باز کی طرح آنکھیں گواہی دے رہی ہیں کہ اِسکے لیئے کسی کا قتل کردینا یا کسی کا مال لوٹ لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ کھُردرے ہاتھ بزبانِ حال شہادت دے رہے ہیں کہ انہوں نے کئی

بے گناہوں کو لوٹا۔ اور گوشۂ قبر میں سُلایا ہے۔ لیکن بابا فرید شکر گنج رح کے دروازہ پر یہ بھی ایک بے بس زائر ہے۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور "فرید فرید" کہتا ہوا یہ عقیدت مند بھی اندر داخل ہو جاتا ہے۔ لنگڑاتا۔ ٹپکتا۔ قدم قدم پر لڑکھڑاتا۔ کمان کی طرح جھکی ہوئی پشت اور سفید براق ڈاڑھی والا بوڑھا جو کسی گاؤں کا سردار ہو۔ اور جس کی آنکھوں کی بینائی امتداد زمانہ کے ہاتھوں قریباً نابود ہو چکی ہے آتا ہے اور فرید فرید کا ورد کرتا ہوا دروازۂ ارم میں سے گزر جاتا ہے۔ جوان بوڑھے۔ تندرست اور بیمار آتے اور دروازہ میں سے گزر جاتے ہیں۔ سب کا ایمان اور اعتقاد ہے کہ بابا صاحب رح کے قدموں کی زیارت اُنکے لیئے شفاعت۔ امن اور تسلی کا باعث ہوگی۔ اور وہ سچ مچ مطمئن ہو کر جاتے ہیں +

جب صحن کے اندر کے زائر اپنی مراد پا چکتے ہیں تو باہر کے لوگوں کی باری آتی ہے وہاں بھی وہی شور وغل۔ وہی بے ترتیبی اور وہی جد و جہد کا عالم ہوتا ہے۔ لوگ زور و تیز دیواروں کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ لیکن پولیس کے زبردست ہاتھ اُنہیں روک دیتے ہیں اور بہت سی کشمکش کے بعد یہاں بھی ترتیب قائم ہو جاتی ہے۔ لیکن پولیس کی اَن تھک کوششوں سے بھی زائرین کی تکلیف کم نہیں ہوتی۔ اور کئی آدمیوں کے زخم خوردہ سر اور ضرر رسیدہ آنکھیں اِس رات کے گزر جانے کے بعد کئی دن تک اِس امر کی شہادت دیتی ہیں کہ دروازۂ ارم میں داخل ہونا کچھ آسان کام نہیں۔ لوگ اِس تکلیف کو بڑی خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔ اور ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر ناچتے اور گاتے ہیں۔ یا اللہ یا محمدؐ۔ چار یار کبار۔ حاجی قطب بابا فرید شکر گنج کے نعروں سے زمین و آسمان گونج اُٹھتے ہیں لیکن مختلف نعروں میں سب سے زیادہ نعرہ "یا فرید یا فرید" کا سُنائی دیتا ہے۔ جس کے بولنے والوں کی کثرت کا اندازہ اِس حقیقت نفس الامری سے ہو سکتا ہے کہ اُن نعروں کی گونج کے سامنے ڈھولوں اور نقاروں کی آواز کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ حالانکہ یہ ڈھول اور نقارے سیکڑوں کی تعداد میں بج رہے ہوتے ہیں۔ پولیس تنگ جاتی ہے۔ لیکن زائرین کی آمد کا سلسلہ اُسی زور شور سے جاری رہتا ہے۔ جب کبھی دروازۂ خانقاہ پر بھیڑ جمع ہو جاتی ہے

تو آوازہ لگایا جاتا ہے کہ سب بیٹھ جاؤ۔ زائر قطار در قطار بیٹھ جاتے ہیں جو کھڑا رہتا ہے اُس پر ڈنڈا پڑتا ہے۔ اور آخر وہ بھی بیٹھ جاتا ہے۔ جب رستہ خالی ہو جاتا ہے تو پھر آواز آتی ہے۔ "بھائیو آؤ" اور پھر لوگ اندر جانے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر آدھی رات اور سہ پہر رات گزر جاتی ہے۔ ہوا میں خنکی بلکہ سردی پیدا ہو جاتی ہے۔ چاند افق آسمان میں غروب ہو جاتا ہے۔ لیکن ہزاروں زائر شوق زیارت میں قطار در قطار اپنی باری کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں اور صبح تک انتظار کرنے کا تہیہ کر لیتے ہیں۔ شور و غوغا۔ باجے۔ نقارے ڈھول وغیرہ سب بند ہو جاتے ہیں۔ جوں جوں رات گزرتی جاتی ہے۔ ترتیب زیادہ عمدہ ہوتی جاتی ہے۔ اور شدہ شدہ سب قطاریں اپنی باری پر ان دیواروں میں داخل ہو کر دروازۂ ارم تک پہنچتی ہیں۔ اور لوگ زیارت کر کے اپنی دلی مراد حاصل کرتے ہیں۔ صبح ہو جاتی ہے۔ اور اگرچہ ہزاروں زائر شادکام ہو جاتے ہیں۔ تاہم سیکڑوں ابھی باقی ہوتے ہیں۔ پھر شور و غوغا ہوتا ہے۔ کئی خوش اعتقاد دوبارہ قطار میں داخل ہو جاتے ہیں لوگ قطار در قطار دروازہ کی طرف جاتے ہیں۔ اور پیشتر اس سے کہ دروازہ دوبارہ سال بھر کیلئے بند ہو۔ کم از کم ساٹھ ستر ہزار مرید شرف زیارت حاصل کر لیتے ہیں۔ اُس وقت پاک پٹن کا عجیب حال ہوتا ہے۔ ادھر دروازہ بند ہوتا ہے۔ اُدھر لوگ سونے لگ جاتے ہیں اور دو گھنٹے کے عرصہ میں اس ہزارہا مخلوق خدا میں سے کوئی متنفس جاگتا نظر نہیں آتا ان لوگوں کی نیند گہری اور پُر امن ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کے دل متسلی ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ انہوں نے اس چند روزہ زندگی میں ایک نیک کام کیا ہے۔ اُمید شفاعت اور رحم انکے دلوں کو شگفتہ کر دیتی ہے۔ اور دروازۂ ارم میں سے گزرنے کی نعمت حاصل کرنے کے بعد وہ امن و چین کی نیند سوتے ہیں"۔

سلطان الاولیا حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ

شہنشاہ اورنگ عرفانِ حق | دلش صدر دیوانِ ایوانِ حق
ملک بردہ دریوزہ از شانِ او | فلک کاسہ سبز در خوانِ او
قدم راندناں گونہ در راہِ فقر | کہ شد شاہ اورنگ در راہِ فقر
بباطن ز تکوینِ اطوارِ محو | بظاہر ز تمکین نگہدارِ سہو
دلش ساکنِ ملک ذاتِ صفات | زہے پاک دین ورہے نیک ذات
نظام الحق آں شیخ عالی مقام | کزو کار ارباب دین شد تمام

حضرت شیخ نظام الدین سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد مولانا احمد بن دانیال رحمۃ اللہ علیہ غزنین سے ہندوستان آئے تھے۔ اور بدایوں میں توطن اختیار کیا یہیں حضرت شیخ ۲۔ ماہ صفر ۶۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد صاحب کا انتقال جب آپ کی عمر شریف پانچ برس کی تھی ہوگیا۔ والدہ ماجدہ نے غور و پرداخت کی اور معقول طریقہ سے آپکی تعلیم کرائی۔ حضرت سلطان الاولیاء کو ابتداء سے کتب تصوف کے مطالعہ کا شوق تھا۔ اور فصوص الحکم و مواقع النجوم زیر نظر رہتی تھیں۔ بدایوں میں تحصیل علم کرنیکے بعد پچیس برس کی عمر میں مع والدہ صاحبہ دہلی تشریف لائے۔ اور سید ہلال طشت دار کے پاس قیام فرمایا۔ خواجہ شمس الدین خوارزمی المخاطب بہ شمس الملک وزیر سلطان غیاث الدین بلبن دہلی کے سرآمد علماء اور علم و فضل میں جواب نہ رکھتے تھے۔ مولانا تاج الدین سنگریزہ اُن کی تعریف میں لکھتے ہیں ؎

شمسا کنوں بکام دل دوستاں شدی | فرماندہ ممالک ہندوستاں شدی

وزارت سے قبل اُن کا شغل درس و تدریس تھا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی سلک شاگرداں میں منسلک ہوئے۔ خواجہ صاحب ایک حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ اور اس جگہ سوائے تین صاحب استعداد شاگردوں کے چوتھا شخص نہ پڑھ سکتا تھا:۔

(۱) مولانا قطب الدین صاحب ناقلہ (۲) مولانا برہان الدین عبد الباقی صاحب (۳) حضرت شیخ نظام الدین صاحب رحؒ،،

جب خواجہ شمس الدین صاحب نے حضرت سلطان الاولیاء رح کی ذکاوت ملاحظہ فرمائی تو بہت

خوش ہوتے۔ اور سب شاگردوں سے زیادہ توجہ فرمانے لگے۔ مولانا صاحب کی عادت تھی کہ جو کوئی شاگرد غیر حاضر ہوتا تو ناراض ہوتے۔ لیکن شیخ نظام الدین صاحبؒ کی غیر حاضری پر یہ بیت پڑھتے ؎

بارے کم ازانکہ گاہ گاہے آئی و بما کنی نگاہے

حضرت سلطان الاولیاء رحمہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمہ برادر خورد حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رحمہ کے ہمسایہ میں مقیم تھے۔ حضرت متوکل صاحبؒ کا علمائے دہلی میں کوئی نظیر نہ تھا۔ علوم ظاہری و باطنی کے بے مثل کامل تھے۔ چنانچہ حضرت سلطان الاولیاء رحمہ اکثر وہاں تشریف لیجاتے تھے۔ جب آپ مولانا شمس الدین خوارزمی کے حلقۂ درس سے فارغ ہوئے تو حضرت متوکل سے فرمانے لگے کہ فاتحہ پڑھکر دعا فرمائیے کہ ہمیں کہیں کا عہدۂ قضا ملجائے تاکہ خدا کی مخلوق کو آرام و انصاف پہنچائیں حضرت شیخ نجیب الدین رحمہ ساکت ہورہے۔ کوئی جواب نہ دیا حضرت سلطان الاولیاء نے دوبارہ باٰوازِ بلند فرمایا۔ تب حضرت شیخ نے فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ تم کہیں کے قاضی ہو۔ جو تم ہوگے۔ میں جانتا ہوں۔ اتفاق سے اُنہیں دنوں ایک رات حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد دہلی میں تشریف لے گئے۔ صبح کے وقت مؤذن کو یہ کلام پاک منارہ پر پڑھتے ہوئے سُنا۔ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ یہ آواز تھی۔ یا دل کو جگانے کے واسطے صدائے صور۔ فی الفور دنیا کی طرف سے دل سیر ہوگیا اور حضرت باباصاحبؒ کی طرف بغیر زاد راہ و سواری چلدیئے۔ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمہ کی مجلس میں حضرت باباصاحبؒ کی محامد و مناقب سنتے سنتے انس پیدا ہوگیا تھا۔ اور خلاقِ ازل نے بھی حضرت سلطان الاولیاء کا حصہ حضرت باباصاحب کے پاس امانت رکھا تھا۔ اسلئے اب وقت آگیا تھا کہ حق حقدار کو پہنچے۔ چلتے چلتے ظہر کے وقت اجودھن پہنچے۔ اشتیاق و اخلاص کا بیحد طومار تھا۔ اور یہ خیال تھا کہ حاضری نصیب ہوتی ہے۔ داستان شوق بیان کرینگے مگر حضور میں پہنچتے ہی اسقدر دہشت غالب ہوئی کہ کچھ نہ فرماسکے۔ حضرت باباصاحبؒ نے یہ حالت ملاحظہ فرماکر ارشاد فرمایا۔ لِکُلِّ دَخِیْلٍ دَھْشَۃٌ۔ مرحبا خوب آئے۔ نعمت دینی و دنیوی سے انشاءاللہ تعالیٰ بہرہ یاب ہوگے۔ حضرت باباصاحبؒ نے خرقۂ درویشی عطا فرماکر مریدان خاص کے

زمرہ میں داخل کیا +

حضرت بابا صاحبؒ محض متوکل تھے دولتِ دنیا سے کچھ پاس نہ تھا۔ بسا اوقات اتباع خورد نوش کی نایابی سے ہر ہفتہ دو ایک وقت صاف گزر جاتے تھے۔ لیکن متعلقین و مریدین و معتقدین اس امتحان سے ہرگز نہ گھبراتے تھے۔ فاقہ حضرات صوفیہ کا تمغائے افتخار تھا۔ جناب رسالت مآب صلعم اس امر کو دوست رکھتے تھے تو حضورؐ کے غلاموں کو کیوں نہ پیارا ہو +

حضرت بابا صاحب رح کی خانقاہ میں حضراتِ ذیل کو خدمات سپرد تھیں :۔

مولانا بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت عالم و فاضل علوم ظاہری و باطنی کے تھے۔ یہ جنگل سے باورچیخانہ کے واسطے لکڑیاں لاتے تھے +

مولانا جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ ڈیلہ[1] لایا کرتے تھے +

مولانا حسام الدین کابلی رح کی سپرد دیگوں کا دھونا اور پانی دینا تھا +

مولانا شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ از روے صدق و صفا دیگیں پکاتے تھے اور باحتیاط تمام ظروف گلی و کچکول چوبیں میں نکالکر افطار کے وقت حضرت بابا صاحبؒ کی مجلس میں لیجاتے تھے۔ کبھی اس کھانے میں نمک ہوتا تھا۔ اور کبھی بالکل نہیں۔ بسا اوقات دو تین دن تک نمک کی نوبت نہ پہنچتی تھی +

واقعہ ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو جب غیب سے کچھ دستیاب ہو جاتا تھا۔ تو ہمسایہ بقال سے مصالحہ خرید فرمالیتے تھے۔ اتفاق سے ایک درم نمک قرض لیکر ڈیلہ کی دیگوں میں ڈال دیا اور حسب معمول حضرت شیخ رح کی مجلس میں لے گئے۔ ترتیب یہ تھی کہ مولانا جمال الدین ہانسوی رح مولانا بدرالدین اسحاق رح شیخ نظام الدین رح ایک کاسہ میں تناول فرماتے۔ اور حضرت بابا صاحب رح کے قریب بیٹھتے تھے۔ جب سب صاحب بیٹھ گئے اور حضرت شیخ نے دستِ مبارک کاسہ میں ڈالا تو فرمایا یہ لقمہ ہمارے ہاتھ میں بھاری معلوم ہوتا ہے غالبًا مشکوک کھانا ہے +

حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ یہ سنتے ہی کانپ گئے اور فوراً اٹھ کھڑے ہو کر

[1] ڈیلہ کریل کا پھل ہے جسکو اکثر لوگ سرکہ میں ڈالکر اچار بھی بناتے ہیں اور دیہاتی ڈیلہ کو ٹینٹ کہتے ہیں ۱۲

باادب عرض کیا کہ حضرت مولانا جمال الدین ہانسوی رح حضرت مولانا بدرالدین اسحاق رح حضرت مولانا حسام الدین کابلی رح لکڑیاں اور کریل کے پھل اور پانی لاتے ہیں۔ پھر کوئی وجہ شبہ کی نہیں معلوم ہوتی۔ حضرت ان امور کو خوب جانتے ہیں"۔

حضرت باباصاحب نے فرمایا۔ "نمک جو اس طعام میں پڑا ہے۔ وہ کہاں سے آیا؟"

حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر متنبہ ہوئے۔ اور سر زمین پر رکھکر کل حال عرض کیا۔

حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا۔ "فقراء اگر فاقہ کرتے کرتے مرجائیں تو قرض لینے سے بہتر ہے۔ لذتِ نفس کے واسطے قرض سے بڑھکر کوئی بلا نہیں۔" یہ فرماکر وہ ظروف کھانے کے مصاحبین کو تقسیم فرمادیئے۔ حضرت سلطان الاولیاءؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ "مجھے عادت تھی کہ اگر کسی چیز کی اشد ضرورت ہوتی۔ (جیسا طلبا کا قاعدہ ہے) تو قرض لے لیتا۔ لیکن اُس دن سے استغفار کرکے نیت کی کہ آیندہ کوئی چیز خواہ کیسی ہی ضرورت ہو قرض نہ لونگا۔" چنانچہ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپکو وہ کمل جس پر تشریف رکھتے تھے عنایت فرمایا۔ اور دعا کی کہ تم کبھی قرضدار نہ ہوگے۔

حضرت سلطان الاولیاء رح ایک مدت کے بعد مرتبہ کمال پر فائز ہوکر رخصت ہونے لگے تو حضرت باباصاحبؒ ارشاد خلق کی اجازت دیکر پھر وہی نصیحت قرض نہ لینے کی دُہرائی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر بضرورت ایسا واقع ہوجائے تو ادا کرنے میں سعی بلیغ کرنا۔ حضرت سلطان الاولیاء سفر کرتے ہوئے مع الخیر دہلی پہنچے۔ راستہ میں ایک جگہ رہزنوں سے واسطہ پڑا۔ لیکن بہ برکت حضرت باباصاحبؒ اس بلا سے نجات پائی۔

دہلی میں آپ کی صحبت زیادہ تر حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ (برادر حضرت باباصاحب رح) سے رہتی تھی۔ اور یہاں آکر سب سے پہلے آپنے اپنے قرضداروں کو چکایا ایک شخص کی کتاب آپکے پاس سے گم ہوگئی تھی۔ اُس سے فرمایا کہ تمہارا نسخہ ہم نقل کرکے واپس کردیں گے۔ اُس نے بخوشی خاطر وہ کتاب آپ کو بخشدی۔ ایک بزاز نے دس روپیہ لیکر باقی رقم آپ کو معاف کردی۔

حضرت سلطان الاولیاء رح کا اب ادر زمانہ تھا۔ دل سوائے طاعت حق اور کسی کام میں نہ لگتا تھا۔ لیکن دہلی کے انبوہ سے آپ بہت پریشان تھے۔ جب زیادہ تکلیف ہوتی تو شہر سے باہر جاکر عبادت میں مشغول ہوتے۔ ایک دن نزدیک تالاب رانی بوستانی کے جسکو باغ خسرو بھی کہتے تھے۔ آپنے درگاہ الٰہی میں دعا فرمائی "الٰہ العالمین! میں اپنی خوشی سے دہلی میں نہیں رہتا ہوں۔ اب تو ایسی جگہ مجھے پہنچا جہاں بہتری ہو۔" غیب سے آواز آئی کہ تمہارا مقام غیاث پور مقرر کیا جاتا ہے[۵۱]۔

حضرت سلطان الاولیاء کو اپنے پیر و مرشد سے غایت درجہ الفت تھی اور حضرت بابا صاحب بھی شفقت بے حد فرماتے تھے۔ آپنے مولانا شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ اجودھن سے ایک مصلا سیاہ نمدے کا اور ایک ٹوپی حضرت کے واسطے بھیجی۔ جب مولانا صاحب یہ تبرکات لیکر بارگاہ نظامی میں پہنچے تو آپ نے دوگانہ شکر ادا کیا۔ اس وقت گجرات کے ایک رئیس نے دو لاکھ پچاس ہزار تنکہ طلائی خدمت عالی میں ارسال کئے۔ آپنے وہ سب معذرت کے ساتھ مولانا صاحب کی خدمت میں نذر کئے اور یہ رباعی حضرت بابا صاحب رح کو لکھی رباعی

زانروئے کہ بندۂ تو دانند مرا   بر ہر سگ دیدہ نشانند مرا
لطف عامت عنایتے فرمود است   ورنہ چہ کسم خلق چہ دانند مرا

جب آپ دوبارہ اجودھن تشریف لیگئے تو حضرت بابا صاحب نے فرمایا "مولانا نظام الدین! تمہاری وہ رباعی ہمیں یاد ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ جس جگہ تم رہوگے خلق خدا سر اور آنکھوں پر بٹھلائے گی"۔

غیاث پور میں آپ کا قیام تھا اور دو بزرگ حضرت شیخ برہان الدین محمد غریب رح[۵۲] و شیخ کمال الدین یعقوب رح[۵۳] آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اس زمانہ میں وجہ معاش نہایت تنگ تھی

[۵۱] غیاث پور نواح دہلی میں ایک مجہول اور گم نام موضع تھا لیکن وہاں آپنے قیام فرمایا۔ [۵۲] شیخ برہان الدین صاحب رح کا مزار مبارک دولت آباد دکن میں ہے اور آپ سے اہل دکن کو بہت فیض پہنچا۔ [۵۳] شیخ یعقوب رح کا مزار پٹن میں ہے۔ یہ دونوں حضرات اولین خلفا میں ہیں اور سب سے پہلے خرقہائے خلافت انہیں کو عطا ہوئے تھے۔ حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں مدتوں تک ہر ظاہری و باطنی استفادہ حاصل کرکے کامل ہوئے۔ حضرت سلطان نصیر الدین محمود چراغ دہلی رح کو ان صاحبوں کے بعد خرقہ عطا ہوا ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ چار دن تک متواتر اسباب خورونوش میسر نہ آیا آپکے ہمسایہ میں
ایک صالحہ خاتون رہتی تھیں جو سوت کات کر اپنے کھانے کا سامان کرتی تھیں انہوں نے
ڈیڑھ سیر آٹا گیہوں کا حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ آپنے فرمایا کہ اسکو پکاؤ۔ انشاءاللہ تعالی
بہتری کی صورت پیدا ہوگی۔ مولانا کمال الدین یعقوب رح حسب الارشاد پکانے میں مشغول
ہوئے اسی وقت ایک درویش گدڑی پوش کہیں سے تشریف لے آئے اور فرمانے لگے۔
"اے شیخ! اگر کچھ کھانا ہو تو ہم سے دریغ نکر" حضرت نے فرمایا "مہربانی فرماکر تشریف
رکھیئے۔ ابھی حاضر ہوتا ہے۔ درویش نے فرمایا۔ آپ خود جا کر لے آئیے" حضرت اٹھے
اور دست حق پرست سے دیگ کو اٹھا کر لے آئے۔ درویش نے اسکو لے کر زمین پر دے مارا
اور فرمایا۔ حضرت سلطان المشائخ شیخ فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے نعمت باطن سے
حضرت سلطان الاولیاء شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مالا مال کر دیا۔ اور میں انکی فقیری
کی ظاہری دیگ شکستہ کرتا ہوں" اسکے بعد غائب ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد آپ کا لنگر اتنا
وسیع ہوا کہ ہزارہا مخلوق روزانہ شکم سیر ہوکر کھانا کھاتی تھی۔

خیر المجالس میں مرقوم ہے "اہل شریعت حضرت سلطان الاولیاء رح کو بہ سبب وفور
عقل اور علم و فضل گنج معانی کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ایکدن مولانا حسام الدین نصرت خانی
مولانا جمال الدین نصرت خانی رح مولانا شرف الدین کاشانی رح خدمت میں حاضر تھے۔ آپنے
ارشاد فرمایا کہ دن کو روزہ رکھنا اور رات کو قائم رہنا بہت سہل ہے۔ بیوہ عورتیں بھی ایسا
کر سکتی ہیں۔ لیکن مردان طلب گار و مشغول اور بسبب راہ حق میں قرب حاصل کرتے اور دولت
مشاہدہ سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ حاضرین مجلس منتظر تھے کہ حضرت شیخ رح وہ سبب (عبادت)
ارشاد فرمادیں۔ لیکن آپنے ارشاد فرمایا کہ اسکے بیان کرنے کا ابھی وقت نہیں آیا انتظار
کرو۔ الغرض خدام نے چھ ماہ گزارے۔ ایک دن محمد کاشف داروغہ دیوان عام سلطان
علاؤالدین خلجی حاضر خدمت ہوا اور بہ ادب التماس کیا کہ ظل سبحانی نے آج پچاس ہزار تنکہ
نقرئی کے واسطے حکم دیا ہے کہ حضور کے خدام کو پہنچا دیئے جائیں۔ حضرت شیخ رح نے مولانا
حسام الدین نصرت خانی رح اور دیگر حضار سے ارشاد فرمایا کہ بادشاہ کی یہ رقم بہتری پیدا کنندہ

سب نے کہا یہ کیا مال ہے۔ حضور اُس عبادت کو بیان فرمائیں جو بہشت بہشت سے بہتر ہے
حضرت سلطان الاولیاء رحمہ نے مندرجۂ بالا تینوں بزرگوں کو بلا کر فرمایا کہ مقصود تک پہنچنے
کا راستہ مشغولیِ حق ہے۔ لیکن خلوت درکار ہے۔ بے ضرورت باہر نہ آنا چاہیئے۔ اور
ہمیشہ باوضو رہو۔ لیکن سونے کا وقت مستثنیٰ ہے۔ اگر صائم الدہر رہو تو اَور بھی بہتر۔ قلیل
غذا پر قناعت کرو۔ سوائے ذکرِ حق کے سکوت میں رہو۔ اگر کوئی ضرورت بولنے کی پیش آ جائے
تو بولو لیکن مختصر کلام کرو۔ اور ہمیشہ ذکر میں استغراق دل کے ساتھ مشغول رہو۔ ان تینوں
بزرگوں نے حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال بزرگانہ کو گرہ میں باندھا۔ اور
انہیں کی برکت سے واصلین حق کے زمرہ سے ہوئے"۔

ایک دن حضرت سلطان الاولیاء مع مولانا برہان الدین محمد غریبؒ۔ حضرت قطب صاحب
کے مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب حوض شمسی کے کنارے رونق
افروز ہوئے تو خواجہ حسن شاعر ولد خواجہ علائی سنجری[1] مینوشی کر رہا تھا۔ جب اُسکی نظر آپ
پر پڑی مع احباب آیا اور یہ دو شعر پڑھے ؎

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم | گر ز صحبت ہا اثر بودے کجاست
زہدِ تاں فسق از دلِ ما کم نہ کرد | فسقِ ما یاں بہتر از زہدِ شماست

حضرت سلطان الاولیاء نے فرمایا کہ صحبت کو تاثیر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں نصیب ہوگی۔
فی الفور حضور کا یہ ارشاد رنگ لایا۔ اور خواجہ حسن مع احباب جملہ منہیات سے تائب ہو کر حلقہ
مریداں میں داخل ہوا[2]۔

حضرت سلطان الاولیاءؒ کے حضور میں دو سو قوال نوکر تھے۔ اور ان سب کے سردار امیر حسن
جو موسیقی میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت کے منظورِ نظر اور بڑے قابل بزرگ تھے۔ آپکے خادم
مبشر بھی علم موسیقی میں کامل تھے۔ ایک دن حضرت شیخ رہ کو حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی ان

---

[1] خواجہ حسن ابتدائی حالت میں حضرت شیخ رہ سے رابطہ اتحاد رکھتا تھا اور اُس کا سن پچاس سال سے متجاوز تھا۔
[2] خواجہ حسن نے ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام فوائد الفواد ہے۔ اُس میں حضرت سلطان الاولیاء رہ کے ملفوظات درج
ہیں۔ اگر ناظرین مفصل طور پر حالات ملاحظہ فرمانا چاہیں تو اس کتاب کو ضرور دیکھیں۔ اسکے علاوہ ملفوظات خواجگان چشت
بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ فوائد الفواد کو نہ وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ حضرت امیر خسرو رہ دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ کاش یہ کتاب

وہ بیتوں پر وجد آیا ؎

بیش منما جمال جان افروز   وہ منودی بروسپند بسوز

آن جمال تو چیست ہستی تو   وان سپند تو چیست مستی تو

اُسوقت امیر قرابیگ ترکمان موجود تہا۔ وہ ان بیتوں کو لکھکر لے گیا۔ اور ان کا یہ نتیجہ ہوا کہ شاہزادگان خضر خاں و شادی خاں حضرت کے ملازمین میں داخل ہوئے[۱] +

حضرت رہ کا سن مبارک ۹۵ سال کا تہا اور امراض حبس بول و غائطہ میں مبتلا تھے جب بیمار ہوئے۔ سات ماہ گذرے تو ایک روز خادم خاص اقبال کو طلب کر کے فرمایا کہ جو کچھ نقد و جنس ہو حاضر کرو۔ اقبال نے بہ ادب عرض کیا کہ زر نقد تو کچھ نہیں ہو البتہ کئی ہزار من غلہ موجود ہے۔ وہ ہر روز لنگر میں خرچ ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسکو محتاجین میں تقسیم کر دو اسکے بعد بقچہ جامہ کا طلب فرمکر ایک دستار و پیراہن و مصلائے خاص حضرت مولانا برہان الدین محمد غریب کو عطا فرماکر دکن کی جانب رخصت کیا۔ ایک دستار و پیراہن و جا نماز شیخ کمال الدین یعقوب رہ کو عطا فرماکر گجرات کی طرف روانہ کیا۔ اِسیطورسے مولانا جمال الدین خوارزمی رہ و مولانا شمس الدین یحیٰی رہ کو بھی یہ ہی تبرکات عطا ہوئے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رہ اُسوقت حاضر نہ تھے اور نہ بقچہ میں کوئی کپڑا رہ گیا تہا جو آپکے واسطے رکھا جاتا اور نہ حضرت سلطان الاولیاء نے اِس بارہ میں کچھ فرمایا۔ حاضرین حیران تھے کہ اسمیں کیا بھید ہے۔ لیکن بہ پاس ادب کچھ کہہ نہ سکتے تھے۔ آخر کار بروز چہار شنبہ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ہجری کو حضرت نصیر الدین رح کی طلبی ہوئی۔ اور خرقہ۔ عصا۔ مصلا۔ تسبیح اور کاسہ چوبیں وغیرہ جو حضرت سلطان المشائخ بابا فرید الدین مسعود رہ سے پہنچے تھے عنایت فرماکر سجادہ نشین

بقیہ صفحہ (۴۸) بجے لہاتی۔ اور میری کل تصانیف خواجہ حسن سے لیتے تو بہتر تہا۔ تائب ہونے کے بعد خواجہ نے ایک غزل لکھی جسکا ایک شعر یہ ہے ؎ اے حسن توبہ آنگہی کردی + کہ ترا قوت گناہ نماند + جب سلطان محمد تغلق نے دہلی کو خراب و برباد کر دیا۔ اور لوگوں کو دولت آباد کی طرف لے گیا تو خواجہ حسن بھی مشائخ دکن کی زیارت کے واسطے چلے گئے۔ اور وہیں انتقال ہوا۔ بالاگھاٹ دولت آباد میں مزار ہے ۱۲ +

نوٹ صفحہ ھذا۔ [۱] اذکار کشف و کرامات حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ بہت ہیں۔ کل طور پر یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب فرشتہ نے بھی جستہ جستہ واقعات لکھے ہیں۔ اگر ناظرین اشتیاق رکھتے ہیں تو فوائد الفواد وغیرہ ملاحظہ فرمائیں +

فرمایا۔ اور اُس کے ساتھ وصیت کی کہ دہلی میں رہکر حاجت روائی خلق کرو۔ بن اسی سال فارغ ہوکر اُسی دن بعد نماز عصر حضرت واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

حضرت سلطان الاولیائؒ نے تمام عمر تجرد میں بسر کی اور بعد انتقال موضع غیاث پور میں مدفون ہوئے۔ مزار پُرانوار سے اب تک فیض جاری ہے۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ قیامت تک یہی کیفیت رہے گی +

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سرہٗ

حضرت چراغ دہلی خلعت سجادہ نشینی سے فائز ہوکر خلق اللہ کی حاجت روائی میں مشغول ہوئے۔ آپ جامع جمیع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ اخلاق حسنہ فضل و دانش کی وجہ سے مثل حضرت سلطان الاولیاء رح گنج معانی لقب حاصل ہوا۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری رح ارشاد فرماتے ہیں۔ "مکہ معظمہ میں حضرت امام عبداللہ یافعی رح (پیرو مرشد حضرت مخدوم صاحب رح) نے فرمایا کہ کل مشائخ دہلی جوار رحمت میں داخل ہوئے اب صرف شیخ نصیر الدین رح مثل چراغ دہلی باقی ہیں۔ چنانچہ اُسیدن سے آپکا لقب چراغ دہلی ہوا"۔ حضرت مخدوم صاحب نے حضرت چراغ دہلی سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا ہے۔ اس لحاظ سے مشائخ ملتان کو بزرگان دہلی سے فیض پہنچا ہے۔ حضرت چراغ دہلی رح کے مندرجہ ذیل خلفاء مختلف ممالک میں آسودہ ہیں:۔

حضرت سید محمد گیسو دراز رح۔ حسن آباد گلبرگہ میں۔ حضرت شیخ اخی سراج رح بنگالہ میں حضرت شیخ حسام الدین رح نہر والہ گجرات میں +

حضرت چراغ دہلی نے اژدہام خلائق سے تنگ آکر بتوسل حضرت امیر خسرو رح اپنے پیرو مرشد حضرت سلطان الاولیاء سے اجازت چاہی کہ کہیں ویرانہ میں جاکر عبادت الٰہی کا حکم ہو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہیں دہلی میں رہو۔ اور خلق کی جفائیں سہو۔ اسی میں مصلحت ہے۔ آپ جا موقع پہنچے اتفاق سے سلطان محمد تغلق سریر آرائے حکومت ہوا۔ وہ فقراء گوشہ نشین سے استمداد طلب تھا

کہ ہر بزرگ کو ایک ایک خدمت ادنیٰ سپرد کی۔ چنانچہ حضرت چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کو پوشاک پہنانے کی خدمت عطا ہوئی۔ آپنے انکار فرمایا۔ بادشاہ نہایت ناراض ہوا اور حضرت رح کو قید کر دیا۔ اب آپکو حضرت سلطان الاولیار رح کی نصیحت یاد آئی۔ اور اس خدمت کو قبول کر کے رہائی پائی[۱]۔

تذکرۃ الاتقیا میں مرقوم ہے۔ "حضرت چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ بعد نماز عصر حجرہ میں چلے جاتے تھے۔ اور خدام کو حکم تھا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت کسی کام کو آئے تو ایک تنکہ دیکر رخصت کر دینا۔ اور اگر وہ یہ نہ لے تو دو تنکے بلکہ پچاس تنکے تک دیکر روانہ کرنا۔ یہ وقت خاص عبادت کا تھا اور خدام کو علم تھا کہ اس ممانعت میں کیا بھید تھا۔ اتفاق سے ایک قلندر اسی وقت وارد ہوا۔ ہر چند خدام نے اُسے روپے دیئے۔ لیکن وہ نہ مانا۔ اور ملاقات پر اصرار کرتا رہا۔ آخر مجبور ہو کر حجرہ تک جانے دیا۔ حضرتؒ عبادت الٰہی میں مشغول تھے۔ وہ قلندر گیا اور نہایت سختی سے کچھ طلب کرنے لگا۔ آپنے دو تین مرتبہ اشارہ بیٹھ جانے کا کیا وہ نہ مانا۔ اور چند لکڑیاں حضرت رح کے جسم مبارک پر ماریں۔ جن کی وجہ سے خون نکل آیا خدام پریشان ہو کر دوڑے اور چاہا کہ اس بے ادبی کی سزا دیں۔ آپنے منع فرمایا۔ اور قلندر کو پچاس اشرفیاں مع ایک گھوڑے کے دیکر ہدایت فرمائی کہ جس قدر جلد ہو سکے یہاں سے چلا جا۔ اسکے بعد آپنے وصیت فرمائی کہ ہمارا وقت رحلت قریب آ پہنچا۔ حضرت سید محمدؒ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ غسل دیں۔ اور خرقۂ خلافت عطیہ حضرت سلطان الاولیار رحمۃ اللہ علیہ میں لپیٹ کر مع عصا و مصلا و تبرکات حضرت سلطان الاولیار رحمۃ اللہ علیہ قبر میں اُتاریں۔ آپ کا انتقال ۱۸۔ رمضان المبارک شب جمعہ ۷۵۷ھ ہجری میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کی عمر شریف بیاسیؔ برس کی ہوئی"۔

حضرت سید محمدؒ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے حسب وصیت عمل کیا۔ اور خود نہایت مغموم ہو کر دکن کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کو زیادہ تر یہ الم تھا کہ تمام تبرکات حضرت

---

[۱] بے ادبیوں اور گستاخیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطان محمدؒ تغلق برے حالوں مرا۔ اور خلق خدا نے اسکے مظالم سے رہائی پائی۔

چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مدفون ہوگئے۔ دکن میں سلطان فیروز شاہ بہمنی کا نام تھا۔ وہ آپ سے نہایت عزت سے پیش آیا۔ اور احمد آباد بیدر میں آپ کیواسطے خانقاہ تیار کرائی۔

اہالیان دکن آپ کے نہایت معتقد تھے اور بہت سے گانوں آپ کی خانقاہ کیواسطے سلطان فیروز شاہ اور دوسرے سلاطین دکن نے وقف کیئے۔ حضرت سید صاحب رح کی اولاد شیعہ و سُنی دونوں مذہب رکھتی ہے۔ آپکے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ گجرات کے رستہ سے روانہ دکن ہوئے تو بہت سے آپکے پیر بہائی بھی ہمراہ تھے۔ نہروالہ میں پہنچے تو حضرت خواجہ رکن الدین کان شکر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے دریافت فرمایا۔ "اپنے آپ کو آپنے کہانتک پہنچایا" حضرت سید رح نے فرمایا۔ "میں نے کام شبلی وجنید کا ساکیا لیکن کوئی کشایش نہ پائی"۔ حضرت خواجہ رح نے فرمایا کہ ان بزرگوں نے کیسہ زر اپنے پاس سے پہینکدیا تہا۔ اور آپنے رکہہ چھوڑا ہے۔ پہر بہلا کیسے کشایش ہو حضرت سید رح یہ سُنکر متنبہ ہوئے۔ اور کیسہ زر جو ہمیشہ کمر میں رکھتے تھے اپنے پاس سے دور کیا۔

حضرت شیخ منتخب الدین معروف بزرزری بخش رحمہ اللہ

شاہ منتخب الدین رح و شاہ برہان الدین رح علوم ظاہری و باطنی کے علماء تھے حضرت سلطان الاولیاء رح کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف بعیت حاصل کیا۔ اور تہوڑے دنوں میں مراتب عالیہ پر سرفراز ہوگئے۔ حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت نامہ بمصلا عصاء اور خلعت شاہ منتخب الدین رح کو عطا فرماکر دکن کی ولایت سپرد کی۔

جس وقت حضرت شاہ صاحب رح عازم دکن ہوئے تو حضرت سلطان الاولیاء نے اپنے سات سو مریدوں کو آپ کے ساتھ کردیا۔ لیکن اُنکے خرچ کے بارے میں آپ بہت متردد ہوئے۔ اور حضرت پیرو مرشد رح سے اپنے تردد کو التماس کیا۔ حضرت ممدوح نے مراقبہ کے بعد فرمایا کہ انکا خرچ انشاءاللہ تعالیٰ غیب سے آپ کو ملاکرے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ بعد نماز تہجد

ایک قبچ زریں (سونے کا ڈبہ) آپ کو عطا ہوتا تھا۔ اور اُسکو فروخت کرکے بہائیوں کے صرف میں خرچ کرتے تھے۔ جب آپکا انتقال ہوا تو حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ نے آپکے برادر شاہ برہان الدین رح سے فرمایا کہ آپکے بہائی کی کیا عمر تہی۔ وہ سمجھ گئے اور نہایت ہی ملول ہوئے۔

حضرت سلطان الاولیا رح نے اپنے وصال سے پیشتر شیخ برہان الدین رح کو خرقۂ خلافت دکن عطا فرماکر رخصت فرمایا تھا۔

حضرت شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ

جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوکر دکن کی جانب تشریف لے جانے لگے تو باادب التماس کیا کہ میرے ہم مشرب وہاں کیسے ملیں گے۔ حضرت سلطان الاولیا رح نے ارشاد فرمایا کہ چار سو پیر بہائی آپکے ساتھ کیے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حضور کی تاب مفارقت نہیں ہے۔ اس لیے قدموں سے جدا نہ فرمایئے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آپکے بعد ہمارے درمیان کوئی حجاب نہ ہوگا۔ خواہ کہیں رہیئے۔ دنیا اور دین کی کل حاجات انشاء اللہ پوری ہونگی۔ غرض حضرت شیخ رح مع چار سو درویش کے دولت آباد دکن تشریف لے گئے۔ خلق خدا کو آپکی ذات سے فیض پہنچا۔ اور حضرت سلطان الاولیا رح کی برکت سے کل حاجات پوری ہوئیں۔

مؤلف تذکرۃ الاتقیا تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت سلطان الاولیا رح کا مطبخ حضرت شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھا۔ ایک دن شیخ ممدوح باورچی خانہ میں تشریف رکھتے تھے کہ سردی بڑی معلوم ہونے لگی۔ آپ ایک کپڑا جو کانہدے پر پڑا ہوا تھا۔ زمین پر بچھاکر بیٹھ گئے۔ اتفاق سے ایک شخص نے آپکو اس حالت میں دیکھ لیا۔ اور حضرت سلطان الاولیا سے عرض کیا کہ آج شیخ رح بہالچہ پر تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ بے ادبی ہے ابہی اُسکے سر میں ہوس باقی ہے۔ وہ ہمارے سامنے نہ آئے۔ حضرت شیخ رح نے جب یہ سنا۔ مفارقت سے نہایت بیتاب ہوئے۔ ہرچند سفارش کرائی۔ مگر کوئی نتیجہ نہ ہوا

آخر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ بلاشک حضرت امیر رح سے بڑھکر حضرت سلطان الاولیاء رح کا مقرب خاص کوئی نہ تھا آپنے اپنی پگڑی سر سے اتار کر حضرت شیخ کی گردن میں ڈالی۔ اور اسی صورت سے حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب ممدوح رح اسوقت کلاہ کج رکھے ہوئے وضو فرما رہے تھے۔ کہ حضرت امیر خسرو رح نے یہ بیت پڑھی ؎

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے
من قبلہ راست کردم بر سمت کجکلاہے

آپ نہایت خوش ہوئے۔ اور دونوں صاحبوں کو بغل میں لے لیا۔

حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا مرتبہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت سلطان الاولیاء رح کی مجلس میں حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس بھی ایک بایزید ہیں۔ حاضرین نے دریافت کیا وہ کہاں ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ جماعت خانہ میں۔ اقبال خادم خاص فوراً وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں +

شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ جب بحکم خدا واصل ہوئے تو خدام نے دولت آباد میں آپ کو سپرد زمین کیا۔ اور حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ آپکے جانشین ہوئے +

حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان نصیر الدین محمود چراغ دہلی رح کے ہمشیر زادے ہیں۔ آپ بہت بڑے صاحب کمال اور بزرگ تھے۔ جب نصیر خاں[1]

[1] نصیر خاں فاروقی سلاطین فاروقیہ برہانپور میں صاحب اقبال بادشاہ گزرا ہے۔ اسکا باپ ملک راجہ فاروقی بڑا صاحب ہمت شخص تھا۔ سلطان فیروز شاہ والی گجرات نے منصب ہزاری پر سرفراز فرماکر سپہ سالاری خاندیس کی عنایت فرمائی۔ رفتہ رفتہ اس نے نہایت ترقی کی اور سلطنت فاروقیہ کا بانی ہوا۔ اسکا بیٹا نصیر خاں نہایت اولوالعزم شخص تھا۔ سلطان احمد شاہ گجراتی نے اسپر نہایت نوازشیں فرمائیں۔ اور نصیر خاں نے خاندیس پر تمامہ تسلط کرکے خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا۔ ملک راجہ فاروقی حضرت شیخ زین الدین رح کا خلیفہ بھی تھا۔ اسکے بعد نصیر خاں نے بھی حضرت شیخ کی خدمت میں کوئی فروگذاشت نہیں کی۔ سلاطین فاروقیہ کا علاقہ خاندیس سے اوپر سب ملک تک تھا احمد نگر اور برار سے [illegible] سے بڑی +

فاروقی نے آسا اہیر قلعہ آشیر فتح کیا تو حضرت شیخ رہ سے تشریف آوری کی التجا کی حضرت رہ کو اسکی خاطر بہت منظور تھی چنانچہ آپ اس مقام میں جہاں اب قصبہ زین آباد ہے فروکش ہوئے +

نصیر خاں کی خواہش تھی کہ حضرت دریائے پٹتی کی اُسطرف تشریف لاکر قلعہ آشیر میں رونق افروز ہوں۔ مگر آپنے عذر فرمایا کہ ہمیں حضرت پیرو مرشد رہ کے یہاں سے دریا کو عبور کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ آخرکار نصیر خاں جب تک کہ حضرت زین آباد میں فروکش رہے۔ نماز فجر آپکے ساتھ پڑھتا رہا۔ جب اس نے قبول دیہات کی بہت زیادہ تکلیف دی تو آپنے بخیال خاطر شکنی یہ ارشاد فرمایا کہ ایک شہر ہمارے پیرومرشد حضرت شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی پر آباد کرو۔ اور جہاں فقیر مقیم ہے۔ یہاں ایک قصبہ ہمارے نام سے بسادو۔ چنانچہ نصیر خاں نے برہان پور اور زین آباد آباد کئے۔ شہر برہان پور ایک زمانہ میں نہایت بارونق تجارت گاہ تھا۔ اور قصبہ زین آباد بھی بہت مشہور ہوا +

حضرت شیخ نظام الدین ابو المؤید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ سے غزنیں میں بیعت و خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اسکے بعد دہلی تشریف لاکر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ اور بہت بڑا درجہ حاصل کیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی سامیران ہمشیرہ سید معز الدین غزنوی رہ حضرت قطب صاحب رہ کو بھائی کہتی تھیں۔ اور آپ بھی اُنکو مثل ہمشیرہ کے خیال فرماتے تھے۔ حضرت سلطان الاولیاء رہ فرماتے ہیں۔ "میں ابتدائے حال میں جمعہ کے دن جامع مسجد دہلی میں حاضر تھا کہ شیخ نظام الدین ابو المؤید تشریف لائے۔ اور اس طرح دوگانہ تحیۃ ادا کیا کہ اُن کی مشغولیت سے مجھے نہایت درجہ ذوق ہوا۔ نماز کے بعد ایک درویش قاسم رہ نے منبر پر تشریف لاکر کلام اللہ شریف کی ایک آیت پڑھی اور شیخ رہ نے فرمانا شروع کیا کہ میں نے یہ بیت اپنے یار کے خط و خال میں لکھی ہوئی دیکھی ہے ؎

در عشق تو کے از تو حذر خواہم کرد   جاں در غم تو زیر و زبر خواہم کرد

اُنھوں نے اِس بیت کو ایسے سوز سے پڑھا کہ حاضرین میں آہ و فغاں کا شور بلند ہوا اور مجھے بھی ہوش نہ رہا۔

سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں امساکِ باراں سے خلق خدا بہت پریشان ہوئی۔ لوگوں نے حضرت شیخ رح سے استدعا کی کہ آپ مینہ کے واسطے دعا فرمائیں حضرت نے آسمان کی جانب مُنہ کرکے فرمایا "قسم ہے مجھے تیرے عظمت و جلال کی اگر آج تو نے مینہ نہ برسایا تو میں کسی آبادی میں نہ رہوں گا" آپکے یہ ارشاد فرماتے ہی بارانِ رحمت کا نزول ہوا اور جل تھل بھر گئے۔ الحمد للہ۔ مولانا سید قطب الدین ترمذی رح آپکے دوست اور ایک بزرگ تھے۔ اُنھوں نے فرمایا۔ "میں خوب جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کے حضور میں آپ کو کامل اخلاص ہے۔ لیکن یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی کہ اگر مینہ نہ برسا تو میں کسی آبادی میں نہ رہونگا"۔ آپنے فرمایا۔ "مجھے کامل یقین تھا کہ بارانِ رحمت کا نزول ضرور ہوگا۔ لیکن یہ کہنا امر خاص میں داخل تھا۔"

حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ "مجھے اور مولانا سید نور الدین مبارک غزنوی رح سے سلطان شمس الدین التمش رح کی مجلس میں کچھ نزاع ہوگئی تھی۔ اور وہ ناراض سے رہتے تھے۔ لوگوں نے مجھ سے دعائے باراں کے واسطے اصرار کیا۔ میں حضرت نور الدین رح کے روضہ مبارک پہ حاضر ہوا۔ (اُسوقت شیخ واصل بحق ہو چکے تھے) اور فاتحہ کے بعد عرض کیا کہ تقصیر معاف ہو۔ روضہ سے آواز آئی۔ ہم تم سے صاف ہیں۔ دعا کرو۔ انشاءاللہ مینہ برسے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے پانی برسایا۔ اور خلق اللہ آسودہ ہوئی۔"

آپ ایک دفعہ منبر پر تشریف لائے اور ایک کپڑا آستین میں سے نکالکر اُسکو جنبش دی اور دعا کی۔ مولانا وجیہ الدین یحییٰ رح (مرید خاص) اُنے دریافت فرمایا کہ یہ کپڑا کیا ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ یہ ٹکڑا حضرت مرشدی و مولائی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن کا ہے جو میری والدہ کو حضرت نے عطا فرمایا تھا۔ میں نے اِس کے توسل سے دعا مانگی ہے۔

۵۱ مولانا محمد قاسم فرشتہ نے اس موقع پر یہ الفاظ لکھے ہیں: "فضولی مذموم"۔

حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

حضرت[1] امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا اسم مبارک ابوالحسن ہے آپکے والد امیر سیف الدین محمود امرائے ہزارہ بلخ سے تھے۔ اور قریش کے جانب میں قیام تھا۔ فتنۂ چنگیز خاں کے زمانہ میں ہندوستان آئے اور یہاں امرائے شاہی کے سلسلہ میں منسلک ہوئے[2]۔ امیر خسرو قصبہ پٹیالی[3] میں پیدا ہوئے۔ اُس وقت میں یہ مومن آباد کہلاتا تہا۔ آٹھ سال کی عمر میں باپ اور دو نوں بھائی امیر اعز الدین علی شاہ اور امیر حسام الدین کے زیر نظر تربیت حاصل کی۔ یہ زمانہ سلطان غیاث الدین بلبن کا تہا۔ حضرت امیر خسرو رحنے ۹ برس کے سن میں حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ اور مرتبۂ کمال کو پہنچے۔ امیر سیف الدین محمود کا انتقال ایک معرکہ میں ہوگیا۔ اُس وقت اُنکی عمر پچاسی سال کی تھی۔ امیر اعز الدین علی شاہ اُن کے قائم مقام ہوئے۔ امیر خسرو رحنے اپنے والد مرحوم کے مرثیہ میں ایک بیت لکھی ہے ؎

سیف از سرم گزشت و دلم دو نیم شد ۔۔۔ دریائے ما رواں شد و دُرِّ یتیم شد

حضرت امیر خسرو رح کے نانا صاحب امیر عماد الملک بڑے معزز امیر اور دو ہزار سواروں کے افسر تھے۔ امیر سیف الدین کے انتقال کے بعد امیر صاحب کو انہوں نے نہایت نازو نعم سے پرورش[4] کیا۔ اور تعلیم و تربیت میں اسقدر کوشش کی کہ تہوڑے ہی عرصہ میں امیر خسرو فضلائے عصر سے ہوگئے ۔

ایک دن حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ مع اصحاب بازار کی جانب تشریف لیئے جاتے تھے اور حضرت امیر خسرو رح بھی ہمراہ تھے۔ یہ زمانہ حضرت رح کا عین عنفوان شباب کا تھا۔ کہ آپ کی نظر خواجہ حسن شاعر پر جا پڑی۔ اُنکے حرکات موزوں و دلربا پر دل لوٹ گیا خواجہ کا

[1] حضرت امیر خسرو رح دہلوی کے مفصل حالات جناب شمس العلما علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے بیان خسرو کے نام سے لکھے ہیں اور یہ کتاب دفتر نظام المشائخ دہلی سے دستیاب ہوسکتی ہے۔ ناظرین بشرط موقع اُسکو ضرور ملاحظہ فرمائیں بینظیر کتاب ہے ۱۲ [2] ہندوستان میں سلطان محمد تغلق کا زمانہ تھا ۱۲ [3] پٹیالی ضلع ایٹہ میں ہے ۱۲ [4] امیر عماد الملک کی عمر ۱۱۳ برس کی تھی انکے اوصاف امیر خسرو رح نے دیوان غرۃ الکمال کے مقدمہ میں لکھے ہیں ۱۲

حسن و جمال اور فضل و دانش مشہور تھا۔ اور وہ ایک دکان پر روٹیاں فروخت کرتے تھے
حضرت امیر خسرو رح انکے پاس گئے اور دریافت کیا کہ روٹی کیسے فروخت کرتے ہو۔ خواجہ
حسن نے جواب دیا کہ ایک پلہ میں روٹی رکھتا ہوں اور دوسرے میں روپیہ۔ جب وزن
روپیہ کا روٹی سے زیادہ ہوتا ہے تو خریدار کو دیدیتا ہوں۔ امیر خسرو رح نے فرمایا کہ اگر
خریدار مفلس ہو تو کیا کرو۔ فرمایا کہ روپے کے عوض درد و نیاز لیتا ہوں۔ امیر خسرو رح حسن
کلام سے بہت حیران ہوئے۔ اور یہ کل کیفیت حضرت سلطان الاولیاء رح کے حضور میں
گزارش کی۔ اُدہر حضرت خواجہ حسن کو بھی درد طلب دامن گیر ہوا۔ اور دُکان ترک کرکے
کمالات ظاہری و باطنی کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ اس زمانہ میں اگرچہ حضرت سلطان
الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نہوئے تھے۔ لیکن خانقاہ مبارک کی آمد و رفت جاری تھی
اور حضرت امیر خسرو رح سے روز بروز مرتبہ اتحاد بڑھتا جاتا تھا۔ دونوں بزرگوں نے شہزادہ
محمد سلطان خاں شہید ابن سلطان غیاث الدین بلبن کی ملازمت اختیار کرلی۔ حضرت
امیر خسرو رح مصحف دار ہوئے۔ اور خواجہ حسنؒ دوات دار۔ جب شہزادہ دہلی آتا دونوں
صاحب خدمت سے فارغ ہوکر حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں حاضر ہوتے
رفتہ رفتہ انکے عشق و محبت کی کیفیت زبان زد خاص و عام ہوئی۔ اور اہل غرض لوگوں
نے شہزادہ کے حضور میں عرض کیا کہ ان دونوں بزرگوں پر مخلوق نام دہرتی ہے اور
اہل ملامت سے جانتی ہے۔ یہ قابل خدمت نہیں ہیں۔ انہی زمانہ میں حضرت امیر خسرو رح
نے یہ غزل تصنیف فرمائی تھی۔ ؎

خسرو فرمان دل بُردن ہمیں بار آورد   نیں دلِ خود کام کارِ من برسوائی کشید

سلطان محمد خاں نے مصلحت خواجہ حسن رح کو حضرت امیر خسرو رح کے پاس جانے سے
منع کردیا۔ لیکن اِن صاحبوں میں رشتہ الفت و محبت ایسا ہوا تو تھا نہیں کہ شہزادہ کا
حکم اُسے توڑ دیتا۔ خواجہ حسن رح نے اسکی کوئی بھی پرواہ نہ کی اور آمد و رفت برابر جاری
رکھی۔ اہل غرضوں نے پھر شہزادہ سے یہ حال کہا۔ اور اُس نے خشم آلود ہوکر چند تازیانے خواجہ

لہ محمد سلطان خاں اسوقت حاکم ملتان تھا ۱۲

حسن رہ کے مارے خواجہ صاحب باہر آئے۔ اور حضرت امیر خسرو رح کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے۔ شہزادے کو بھی یہ خبر پہنچی۔ وہ نہایت متعجب ہوا۔ اسوقت ایک صاحب خاص نے جو ابن عشق ومحبت سے خوب واقف تھا عرض کیا۔ کہ ان دونوں صاحبوں کی محبت حقیقی ہے۔ مجاز کا یہاں شائبہ بھی نہیں نہ اِسمیں دنیا کی آلایش ہے اور نہ ملامت۔ شہزادہ محمد سلطان غالب نے حضرت امیر خسرو کو طلب کر کے دریافت کیا کہ آپ کی محبت ہوا و ہوس سے مبرا ہے ؟ آپنے جواب دیا کہ ہمارے درمیان سے دوئی اُٹھ چکی۔ شہزادے نے گواہ طلب کیے۔ حضرت امیر خسرو رح نے آستین اُلٹ کر کہا ع

گواہ عاشق صادق در آستیں باشد

شہزادے نے دیکھا کہ تازیانوں کا اثر جہاں خواجہ حسن رح پر ہوا تھا۔ اُسی جگہ خواجہ خسرو رح پر ہے وہ خاموش ہو گیا۔ اور حضرت نے فی البدیہہ یہ رباعی پڑھی ؎

عشق آمد شد چو خونم اندر رگ و پوست	تا کرد مرا تہی و پُر کرد ز دوست
اجزائے وجودم ہمگی دوست گرفت	نامیست مرا برمن و باقی ہمہ اوست

اُس وقت نسیم عالم تحقیق آپکے باغ امید میں چلی۔ عالم و مافیہا ایک تنکہ کی طرح دکھلائی دینے لگا۔ فوراً آپ نے استعفا دیدیا۔ لیکن شہزادے نے مرخص نہ کیا۔ جب شہزادہ ملتان میں شہید ہو گیا تو حضرت امیر خسرو رح دہلی تشریف لے آئے۔ اور امیر علی جامہ دار کی ملازمت اختیار کر لی۔ اسکے بعد سلطان جلال الدین خلجی کے امرا میں داخل ہوئے۔ اور مثل باپ اور بھائیوں کے مرتبہ حاصل کیا۔ سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے زمانہ تک جو بادشاہ تخت دہلی پر متمکن ہوا امیر خسرو رح کا ادب کرتا رہا۔ اور آپ کو معزز درجہ کے امرا میں ہمیشہ عزت دیتا رہا سلطان غیاث الدین تغلق[۱] سب سے زیادہ ادب و احترام کرتا تھا۔ آپ اُسکے ساتھ بنگال تشریف لیگئے تھے۔ اور کسی کار شاہی کی وجہ سے لکھنوتی میں رہگئے۔ وہاں خبر وصال حضرت سلطان الاولیا سُنی۔ ایک سناٹا چھا گیا۔ پیر و مرشد کے بعد دنیا اندھیر ہو گئی۔ فوراً دہلی آئے اور جو کچھ مال دنیا تھا سب کا سب روح پر فتوح کی ترویح کے واسطے فقرا و مساکین پر تقسیم کیا۔ اور

---

۵۱ امیر حسن کی سوانح دیوان حسن میں اکثر ہیں ۱۲ ۵۲ سلطان کے نام پر تغلق نامہ امیر خسرو نے تصنیف فرمایا ہے ۱۲

خدمت شاہی سے دست کش ہوکر مزار مبارک پر سیاہ لباس ماتمی پہنکر بیٹھ گئے۔ اس قدر غم مفارقت ہوا کہ حضرت سلطان الاولیا رح کے چھ ماہ بعد جمعرات کو بتاریخ ۲۹۔ ذیقعد ۷۲۵ھ کو جوار رحمت ایزدی میں واصل ہوئے اور پیر ومرشد کے حضیرہ میں پائیں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۔

حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا فرمایا تھا کہ "ہمارے بعد خسرو زندہ نہیں رہیگا جب اُسکا انتقال ہو تو ہمارے پہلو میں دفن کرنا۔ وہ ہمارا صاحب اسرار ہے۔ اور ہم بھی بغیر اُسکے بہشت میں قدم نہ رکھیں گے۔ اگر دو شخصوں کا ایک قبر میں دفن ہونا جائز ہوتا تو ہم ضرور وصیت کرتے کہ امیر خسرو رح کو ہمارے پاس دفن کریں تاکہ ہم دونوں مرنیکے بعد بھی یکجا رہتے۔"[۵۱]

بعد انتقال لوگوں نے چاہا کہ حضرت امیر خسرو کو پہلوئے حضرت میں گنبد کے اندر دفن کریں۔ لیکن ایک خواجہ سرا نے جو حضرت سلطان الاولیا رح کا مرید تھا یہ کہا کہ لوگوں کو دونوں بزرگوں کے مزار میں تمیز کرنے میں دھوکا ہوگا۔ اس لیئے آپ کو پائیں شیخ رح چبوترہ یاراں پر دفن کیا۔ میرے استاد کا قطعۂ تاریخ قابل ملاحظہ ہے ؎

میر خسرو خسرو ملک سخن	آن محیط فضل و دریائے کمال
نثر او دلکش تر از ماء معیں	نظم او صافی تر از ماء زلال
بلبل بستاں سرائے داودیں	طوطئ شکر مقال بے زوال
از پئے تاریخ سال فوت او	چوں نہادم سر بزانوئے خیال
شد عدیم المثل یک تاریخ او	دیگرے شد طوطئ شکر مقال

تذکرۃ الاتقیاء میں مسطور ہے[۵۲] "امیر خسرو رح استادان ماضیہ کی نسبت طعن کرتے تھے خصوصاً اس وقت جبکہ آپ خمسۂ نظامی گنجوی رح کا جواب لکھ رہے تھے۔ حضرت سلطان الاولیا رح مولانا نظامی رح کے باطن سے خوف کھا کر آپ کو منع بھی فرماتے تھے

---

[۵۱] ناظرین سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے سمجھ لیں کہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو کس قدر قرب و اختصاص حاصل تھا سبحان اللہ اس مرید کا مرتبہ کہ پیر و مرشد ایسا فرمائے۔ [۵۲] یہ واقعہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مولانا نظامی رح بہت بڑے اولیائے کرام میں گذرے ہیں انکی نسبت امیر خسرو کا خلاف ادب کوئی شعر کہنا جبکہ وہ خود رازدار تصوف تھے محال معلوم ہوتا ہے۔ کسی اور تاریخ میں بھی یہ واقعہ نظر سے نہیں گزرا۔

لیکن آپ کا جواب تھا کہ میں آپ کی پناہ میں ہوں۔ ہر قسم زخم سے محفوظ رہونگا۔ ایک دفعہ آپنے یہ بیت تصنیف فرمائی ؎

کوکبہ خسرویم شد بلند　　غلغلہ در گور نظامی فگند

کہ یکایک ایک تیغ برہنہ پیدا ہوئی اور امیر خسرو رح کے سر کی جانب چلی۔ آپنے حضرت بابا فرید الدین رح و سلطان الاولیاء رح کے نام لیئے فوراً ایک ہاتھ پیدا ہوا۔ اور آستین کا سر تلوار کے سامنے کردیا وہ تلوار کاٹتی ہوئی بیری کے درخت پر جا لگی۔ حضرت امیر خسرو رح حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے۔ اور چاہا کہ اس واقعہ کو گزارش کریں۔ لیکن شیخ رح نے آستین اُلٹ کر دکھلائی۔ اور آپ کو کل حال معلوم ہوگیا۔ حضرت امیر خسرو رح نے زمین ادب کو بوسہ دیا۔ اور اُسیوقت حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دو بیتیں فرمائیں ؎

"خسرو کہ بنظم و نثر مثلش کم خاست　　ملکیت ملک سخن از خسرو است

این خسرو ماست ناصر خسرو نیست　　زیرا کہ خدا ناصر ما خسرو ماست"

شیخ آذری نے جواہر الانوار میں لکھا ہے "حضرت شیخ سعدی رح باوجود پیرانہ سالی شیراز سے ہندوستان امیر خسرو رح سے ملنے آئے۔ حضرت بھی انسے نہایت اعتقاد رکھتے تھے۔ جیسا کہ اس بیت سے ظاہر ہے ؎

خسرو سر مست اندر ساغر معنی بریخت　　شیرہ از خمخانہ سعدی کہ در شیراز بود

حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا فرمایا کہ خدا مجھے اس ترک کے سوز سینہ کے سبب بخشے۔ اور حضرت امیر خسرو رح نے بھی اپنے پیر و مرشد کی بے انتہا مدح کی ہے۔ میری نظر سے بعض کتب میں گزرا ہے کہ باوجود امارت حضرت امیر خسرو رح بہت بڑے ریاضت کرنیوالے تھے۔ اُن کے چالیس سال صوم الدہر ہی میں گزرے۔ اور حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپنے حضرت خواجہ صاحب رح سے لعاب دہن کی التجا کی۔ لیکن جب ملا کہ وہ تو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے نصیب کا تھا۔ انکو مل چکا۔ آپنے یہ واقعہ حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں گزارش کیا۔ تب آپنے اپنا لعاب دہن حضرت

امیر خسرو رح کے ذہن میں ڈالا۔ چنانچہ اسکی تاثیر و برکت سے آپ کثیر التعداد کتابوں کے مصنف ہوئے۔ اور کئی لاکھ اشعار آپ سے یادگار ہیں۔ بوقت انتقال آپ کی عمر شریف چوراسی سال کی تھی +

حضرت شیخ سلیم قدس سرہٗ

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رح کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد سپاہی منش اور قصبہ سیکری[۱] کے باشندہ تھے۔ حضرت شیخ رح وہیں پیدا ہوئے اور علوم ظاہری سے کامل طور پر فارغ ہوکر دو مرتبہ ممالک عرب و عجم کی سیاحت کی۔ ایک دفعہ تو سولہ برس ان ملکوں میں رہے اور دوسری مرتبہ سات برس۔ بہت زمانہ تک بصرہ میں قیام فرمایا۔ اور ۲۳ مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ کمالات ظاہری و باطنی میں ید طولےٰ حاصل تھا۔ دور آخر کے مشائخ چشتیہ میں آپ غنیمت تھے۔ سیر و سیاحت کے بعد کوہستان سیکری میں قیام فرمایا۔ ریاضت و مجاہدہ آپ کا بہت زیادہ تھا۔ اور اکثر صائم رہتے تھے۔ شیر شاہ۔ سلیم شاہ۔ خواص خاں وغیرہ شاہان و امراء آپ کی خدمت گزاری کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ خصوصاً شاہنشاہ اکبر کہ جس نے ازراہ عقیدت محض حضرت شیخ رح کی وجہ سے فتحپور سیکری کو دولہن بناکر بارہ سال دار السلطنت بنایا۔ اُس کا پیارا ولی عہد شاہزادہ سلیم (جہانگیر) حضرت شیخ رح کی دعا سے پیدا ہوا اور پروان چڑھا۔ شیخ رح کی مجلس پاک میں شاہنشاہ اکبر اور اسکے جلیل القدر اُمراء حاضر ہوکر سعادت دارین حاصل کرتے تھے سنہ ۹۷۹ھ میں آپ کا انتقال ہوا +

آپکے بڑے صاحبزادے شیخ بدر الدین رح سجادہ نشین ہوئے۔ اور اُن بزرگ کا انتقال مکہ معظمہ میں ہوا۔ دوسرے صاحبزادے قطب الدین (ہمشیر شاہزادہ سلیم) عہد جہانگیری میں جلیل القدر امیر اور بنگالہ کے حاکم[۲] تھے۔ شیخ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے

[۱] قصبہ سیکری آگرہ سے بارہ کوس کے فاصلہ پر مشہور قصبہ ہے جو آجکل فتحپور سیکری کے نام سے مشہور ہے [۲] سنہ ۱۰۱۵ھ یہ ہی قطب الدین میاں جنکو شیر افگن خان شوہر ملکہ نورجہاں بیگم نے شہید کیا۔ جہانگیر نے تزک میں حال لکھا ہے۔

علاؤالدین خطاب اسلام خاں پاکر بنگالہ کے حاکم ہوئے ؁

نسب نامہ حضرت شیخ سلیم قدس سرہٗ کا یہ ہے

حضرت شیخ سلیم بن شیخ بہاؤالدین بن شیخ سلطان بن شیخ آدم بن شیخ موسیٰ بن شیخ مودود بن شیخ بدرالدین بن شیخ فریدالدین مسعود گنجشکر رحمہم اللہ اجمعین ؁

راقم اوراق التماس کرتا ہے کہ خاندان چشت سے اور بزرگوار مثلاً مولانا شیخ جمال ہانسویؒ مولانا بدرالدین اسحاق رحؒ شیخ بدرالدین سلیمان رحؒ مولانا علاؤالدین رحؒ مولانا فخرالدینؒ شیخ شہاب الدین امام رحؒ وغیرہ ہیں۔ لیکن ان صاحبوں کے حالات دیکھے نہیں۔ ورنہ ضرور درج کرتا ؁

۵۸۶ھ

لمعۂ دوم

خاندان سُہروردیہ

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ

آں محرمِ رازِ لامکانی | موصوف صفات جاودانی
افلاک بزیر پائے کردہ | در عالمِ عشق جائے کردہ
جاروفتہ از فنائے توحید | پاکوفتہ در مقامِ تفرید
باطن بہویت وحقیقت | ظاہر بشریت وطریقت
آں پاک گزیدۂ مشائخ | واں مردمِ دیدۂ مشائخ
سلطان سریر ملک تمکیں | یعنی کہ بہائے ملت ودیں

زبدۃ الاتقیاء وخلاصۃ الاولیاء حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز مشائخ کبار سے ہیں۔ ہندوستان نے اُن کے غبارِ آستان سے رفعت پائی۔ آپکے جد بزرگوار مولانا کمال الدین علیشاہ رح قریشی مکہ معظمہ سے خوارزم تشریف لائے۔ اور وہاں سے ملتان میں قدم رنجہ فرمایا۔ آپ اولیاءِ کرام میں سے تھے۔ اور باشندگان ملتان مثل مریدین حلقہ بگوش خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ مولانا صاحب رح نے قیام فرما کر مولانا حسام الدین ترمذی[۱] رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے اپنے صاحبزادے شیخ وجیہ الدین کا عقد کیا۔

---

[۱] مولانا حسام الدین ترمذی رح عہد چنگیز خاں میں اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر ملتان تشریف لائے تھے۔ اور قلعہ کوٹ کروڑ میں جسکو سلطان محمود غزنوی رح نے بہزار کدو کاوش فتح کیا تھا۔ قیام فرماتے تھے۔ مولانا صاحب بوجہ مکارم اخلاق اور فضل ودانش بہت مشہور تھے۔

حضرت شیخ بہاؤالدین[1] زکریا رحمۃ اللہ علیہ اُس دختر بلند اختر کے بطن مبارک سے پردہ دنیا پر ۵۷۸ھ ہجری میں بمقام کوٹ کرور تشریف لائے۔ آپ کی عمر بارہ سال کی تھی کہ شیخ وجیہ الدین رح کا انتقال ہوگیا۔ اور آپ نے بارادہ الٰہی خراسان و بخارا کا سفر کیا۔ وہاں پہنچکر عارفین و واصلین حق کی بارگاہوں سے کمالات ظاہری و باطنی حاصل کئے اور مرتبۂ اجتہاد پر پہنچے۔ پندرہ سال کی عمر میں تدریس و افادۂ علوم خلائق میں مصروف ہوئے۔ چنانچہ ہزار نفر علما و فضلا استفادہ حاصل کرتے تھے۔ یہاں سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر مدینۃ الرسولؐ میں پانچ سال مجاورہی کی۔ بعد ازاں شیخ کمال الدین محمد یمنی سے مدینہ طیبہ میں درس حدیث شریف لیکر سند و اجازت حاصل کی۔ یہاں سے آپ بیت المقدس تشریف لے گئے۔ اور انبیاءؑ کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوکر بغداد شریف آئے۔ وہاں کے مشائخ سے استفادہ حاصل کرکے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت فیض درجت میں رہے۔ اور بروایت حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ سترہ دن میں خرقۂ خلافت حاصل کیا +

جب حضرت شیخ رح حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کیخدمت میں حاضر ہوئے تو ایک شب یہ خواب دیکھا کہ ایک منور مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت شیخ شہاب الدین رح بطریق حاجب ایستادہ ہیں اور اس مکان میں ایک طناب بندھی ہوئی ہے۔ جس میں چند خرقے لٹکے ہوئے ہیں۔ خلاصۂ موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو حضور میں طلب فرمایا۔ حضرت شیخ شہاب الدین ہاتھ پکڑ کر سامنے لیگئے۔ اور حضور انورؐ نے ایک خرقہ کی جانب اشارہ فرمایا کہ یہ انہیں پہنادو حضرت شیخ رح قدمبوس ہوئے اور وہ خرقہ لیکر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ہزار ہزار شکریہ ادا کیا۔ صبح کو جب آپ بیدار ہوئے تو نہایت مسرور تھے۔ اور اُسی وقت حضرت شیخ شہاب الدین

[1] شیخ معین الدین بیجاپوری تذکرۃ الاتقیاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت بہاؤالدین زکریا رح اولاد ہبیار بن اسود ابن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے ہیں۔ ہبیار اسلام لائے تھے اور اُنکے بھائی زمعہ، عمرو، عقیل بحالت کفر جنگ بدر میں مارے گئے۔ ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا زمعہ کی صاحبزادی ہیں +

سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے دولتخانہ کے اندر آپ کو طلب فرمایا۔ آپنے دولت خانہ شیخ کی وضع بجنسہ خواب والے منور مکان کی سی پائی۔ اور ویسی ہی ایک طناب بندھی ہوئی تھی جس میں چند خرقے لٹکے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ نے ایک خرقہ اٹھاکر آپ کو پہنا دیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ بابا بہاؤ الدین۔ میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان توسل ہوں اور یہ خرقے دربار رسالت سے گئے ہیں۔ بے اجازت کسی کو نہیں دے سکتا۔ چنانچہ آپ نہایت مسرور و شکر گزار ہوئے۔ اور درگاہ باری تعالیٰ میں اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ بجالائے۔

جب خرقۂ خلافت آپ کو عطا ہوچکا تو وہ فقرا جو مدت سے حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت گزاری میں خرقہ کی امید پر زندگی گزار رہے تھے بہت رنجیدہ ہوئے لیکن آپنے فرمایا کہ تمہاری حالت تر لکڑی کی سی ہے جس میں آگ اثر نہیں کرتی۔ اور حضرت بہاؤ الدین چوب خشک کی طرح ہیں۔ اُنہوں نے بہت جلد آتش محبت کو قبول کرلیا ہے ہے سہ

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خرقۂ خلافت عطا فرمانے کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ملتان کی جانب روانگی کا حکم دیا۔ شیخ جلال الدین تبریزی رح جو حضرت شیخ کے خاص خدمت گزاروں میں سے تھے اجازت لے کر حضرت شیخ بہاؤ الدین رح کے ہمراہ چلے۔ اُنکو آپکے ساتھ محبت خاص تھی لیکن خوارزم میں پہنچکر ٹھیر گئے۔ اور شیخ بہاؤ الدین زکریا رح ملتان تشریف لائے۔ یہاں کے باشندوں نے آپ کی صحبت سے بے اندازہ فیوض حاصل کئے۔ اور آپ کا خاندان عالیشان بمثل مہر منور تھا۔ اُسکے ضیا سے تمام پنجاب کا علاقہ روشن ہوگیا۔ ملتان میں آکر آپ متاہل ہوئے۔ اور حضرت شیخ صدر الدین عارف رح کے علاوہ اور فرزند بھی پیدا ہوئے۔

حضرت شیخ کے بہت سے مرید ہیں۔ حضرت سید جلال بخاری رح (آپکا ذکر خیر آگے آتا ہے) شیخ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ ابراہیم عراقی رح وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اصحاب بڑے پایہ کے بزرگ گزرے ہیں۔

شیخ ابراہیم عراقی رح کا حال بڑا دلچسپ ہے۔ آپ اٹھارہ برس کے سن میں طلبا کو درس دیتے تھے

اور پنجو مدرسہ میں جو نہایت پرتکلف تھا۔ یہ سلسلہ قائم کر رکھا تھا۔ اتفاق سے ایک جماعت قلندروں کی مدرسہ میں آئی۔ ان میں ایک صاحب نہایت خوب صورت وحسین تھے۔ عراقیؒ دیکھتے ہی دل دے بیٹھے۔ اور درس کو موقوف کر کے مہمان نوازی میں مشغول ہوئے۔ چند روز کے بعد قلندروں کو اُنکے عشق کا حال معلوم ہوا تو وہ خراسان کی طرف چلدیئے۔ مولانا عراقیؒ بہت بیتاب ہوئے اور جملہ تعلقات کو ترک کر کے دو دن کی تلاش کے بعد قلندروں کے پاس جا پہنچے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ آپ مرد بزرگ ہیں۔ اور ہم آزاد ابرو تراش۔ ہمارا آپ کا کیا ساتھ۔ لیکن عراقی رح نہ مانے۔ اور چار ابرو کو صاف کراکر قلندروں کے زمرہ میں شامل ہوگئے۔ یہ قافلہ سیر کناں ملتان پہنچا۔ اور حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے مشرف ہوا۔ حضرتؒ نے عراقی کو پہچانا اور کل حال سے بھی واقف ہوئے۔ آپکا ارادہ ہوا کہ اس قید عشق سے انکو آزاد کر کے حقیقت کے رستہ پر ڈالدیں کہ جماعت قلندروں کی ملتان سے چلی گئی۔ لیکن اتفاق سے ایک آندھی اُٹھی۔ اور ہر شخص رستہ بھول گیا چنانچہ مولانا عراقی رح اُسی حالت میں بلا قصد و ارادہ خانقاہ کے دروازہ پر آپڑے۔ حضرت شیخ رح کو کشف سے خبر ہوئی اور خادم بھیجکر اندر بلالیا۔ عراقی رح جب آئے تو آپکا سر آغوش میں لیکر حضرتؒ نے دبایا۔ فوراً قلندر کی محبت عارضی جاتی رہی۔ بعد ازاں آپنے لباس خاص مرحمت فرماکر ایک حجرہ آپکے واسطے مقرر کر دیا۔

مولانا عراقی رح نے حضرت شیخ کی خدمت میں رہکر[۵] علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل کی اور اولیائے کرام میں سے ہوئے۔ آپ کا کلام پاکیزہ اور درد آلود ہے حضرت شیخ کو آپکے اشعار پر وجد و حال آتا تھا۔ یہاں تک محبوب ہوئے کہ حضرت نے اپنی عفیفہ صاحبزادی کا عقد آپسے کر دیا۔

ایک رات حضرت شیخ کا گزر مولانا عراقیؒ کے حجرہ کی طرف ہوا تو یہ غزل سُنکر آپ

---

[۵] ایک روایت ہی کہ پچیس سال تک حضرت شیخ کی خدمت میں عراقی رہے ۱۲

بہت ہی مسرور ہوئے ؎

نخستیں بادہ کاندر جام کردند | زچشم مست ساقی وام کردند
برائے صید مرغ جانِ عاشق | زِ زلف ماہرویاں دام کردند
بعالم ہر کجا رنج و ملامت | بہم بردند و عشقش نام کردند
زبہر نقل مستاں از لب و چشم | مہیا شکر و بادام کردند
چو خود کردند رازِ خویشتن فاش | عراقی را عبث بدنام کردند

دوران قیام ملتان ہی میں آپ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت شیخ رح نے دوسری صاحبزادی کا عقد آپ سے کردینا چاہا لیکن حضرت مولانا شیخ صدرالدین عارف رحمۃ اللہ علیہ (بڑے صاحبزادے) مانع ہوئے۔

بعد وصال حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ مولانا عراقی رح ملتان سے بیت اللہ شریف تشریف لیگئے۔ اوجؔ سے فارغ ہوکر قونیہ[1] میں قیام کیا۔ یہاں حضرت مولانا صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب خصوص پڑھی اور نسخہ لمعات لکھا۔ قونیہ سے دمشق گئے۔ یہاں آپکے صاحبزادے شیخ کبیرالدین رح (نبیرۂ حضرت شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ) ملتان سے تشریف لاکر قدمبوس ہوئے۔ مولانا عراقی رح کا انتقال ۸۔ ماہ ذیقعدہ ۶۸۸ھ میں ہوا۔ اور حضرت شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے پیچھے دفن ہوئے۔ آپکے صاحبزادے شیخ کبیرالدین رح یہیں مدفون ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شیخ کے مریدان صادق الاخلاص میں سے سید امیر حسین نامی بھی ہیں۔ پہلی مرتبہ سید صاحب برسم تجارت اپنے والد سید نجم الدین کے ہمراہ ملتان میں آئے لیکن حضرت شیخ سے بیعت نہوئی۔ البتہ مقدمات علمی کو کمال پر پہنچایا۔ بعد وفات اپنے والد صاحب کے حلقہ بگوش ہوکر بزرگانِ دین میں سے ہوئے۔ الحمدللہ۔ نامدار شخص تھے۔ لیکن جو کچھہ تھا فقراء کو دیدیا اور خود فقیر ہوگئے۔ تین برس تک خدمت مبارک میں رہے اور

[1] مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مولد ہے ۱۲

یوم باطنی میں کمال حاصل کرلیا۔ سید صاحب کی تصانیف یہ ہیں۔ نزہت الارواح
اوالمسافرین۔ کنز الرموز۔ ان کتابوں کو حضرت شیخ رح نے ملاحظہ فرماکر زیور اصلاح
سے مزین فرمایا ہے۔ سید صاحب کنز الرموز میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ و حضرت شیخ
صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں فرماتے ہیں ؎

شیخ ہفت اقلیم قطب اولیاء — واصل حضرت ندیم کبریا
مفخر ملت بہار شرع و دیں — جان پاکش منبع صدق و یقیں
از وجود او بہ نزہ و دوستاں — جنت الماویٰ شدہ ہندوستاں
منکہ رو از نیک و از بد تافتم — ایں سعادت از قبولش یافتم
رخت ہستی چوں بروں پروازیاں — کرد پرواز از ہما بر آشیاں
آں بلند آوازۂ عالم پناہ — سرور عصر افتخار صدر گاہ
صدر دین و دولت آں مقبول حق — نہ فلک بر خوان جودش یک طبق

مولانا سید امیر محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۲۔ شوال ۷۱۸ھ کو ہوا اور ہرات
میں مدفون ہوئے۔

حضرت سلطان الاولیاء شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن
حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ حجرہ میں مشغول بعبادت تھے۔ ناگاہ ایک شخص نورانی صورت
تشریف لائے اور سربمہر خط حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کو دیکر کہا کہ یہ
حضرت شیخ رح کو خود پہنچا دیجئے۔ حضرت عارف رح سربمہر دیکھکر بہت متحیر ہوئے۔ سلام
حضرت شیخ رح کی خدمت میں پہنچا دیا جب واپس آئے تو نامہ بر نہ تھے۔ اُدھر شیخ رح نے
خط کھولا۔ اور فوراً جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حجرہ کے
چاروں گوشوں سے آواز آئی کہ دوست دوست سے جا ملا۔ جب حضرت صدرالدین
رح نے یہ سُنا تو فوراً حجرہ میں آئے۔ اور دیکھا کہ حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ مطلوع

ملک سے سمورۂ پاک کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ ۷ اصفر ۶۶۶ ہجری کو ہوا۔

حضرت شیخ صدرالدین عارف قدس سرہٗ

آں گہر معدن حق الیقیں ۔۔۔ تازہ زآب کرمش باغ دیں
دادہ ز پاکی بہ ملائک صلا ۔۔۔ خرقۂ وحدت بخلا و ملا
لجۂ امواج دل پاک او ۔۔۔ عقل فرو ماندہ در ادراک او
صدر نشیں گشت بعرش بریں ۔۔۔ گشتہ خطابش ز خدا صدر دیں

آپ کا خطاب عارف اسوجہ سے ہی کہ ہر بار ختم کلام اللہ شریف پر آپکی عقل و فکر زیادہ تیز ہوتی تھی۔ اور جب آپ تلاوت میں مشغول ہوتے تھے تو اسرار و غوامض قرآنی کی فوج آپکے سامنے ہوتی تھی۔ عجب ہمت عالی تھی کہ مال دنیوی سے کچھ پاس نہ رکھتے تھے جب حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو سوائے شیخ صدرالدین عارف رح کے چھ صاحبزادے دوسری بی بی سے تھے۔ حسب شریعت متروکات تقسیم ہوئے تو اسباب و اجناس کے علاوہ ستر لاکھ تنکہ نقد آپکے حصہ میں آئے۔ لیکن آپنے سب فقراء میں تقسیم فرما دیئے۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپکے والد ماجد صاحب قدس سرہٗ مال دنیا کو بتدریج صرف فرماتے تھے۔ اور آپنے ایکدم سے کل خرچ کر دیا اسمیں کیا مصلحت ہی؟ آپنے فرمایا کہ وہ بزرگ ذات دنیا کو مغلوب کر چکے تھے۔ اسواسطے اگر لاانتہا مال بھی آپکے پاس ہوتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا اور میں ابھی اس قابل نہیں ہوں بعض وقت نفس کا غلبہ ہو جاتا ہی اسلیئے مال دنیا کا نہ رہنا ہی اچھا ہے۔

حضرت عارف رح کے اکثر مریدین صاحب جمال و کمال تھے۔ مثلاً شیخ جمال خنداں شیخ احمد معشوق۔ مولانا علاؤالدین خجندی۔ رحمہم اللہ علیہم وغیرہ۔ آپکے صاحبزادے مولانا رکن الدین ابوالفتح رح بڑے پایہ کے بزرگ اور عالی ہمت تھے۔

فوائد الفواد میں مرقوم ہے "شیخ صدرالدین عارف رح نے ابتدائے حال میں حضرت شیخ بہاؤالدین رح سے عرض کیا کہ استحکام نحو کی غرض سے کتاب مفصل (تصنیف مؤلف کشاف) پڑھنا چاہتا ہوں حضرت شیخ رح نے فرمایا کہ صبر کرو۔ آج رات مؤلف کشاف کا حال معلوم ہو جائے تو اسکے بعد جیسی ضرورت ہو عمل کرنا۔ چنانچہ شب میں حضرت بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ نے ملاحظہ فرمایا کہ مؤلف کتاب کشاف[1] زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور دوزخ میں لیجا رہے ہیں۔ صبح کو یہ حال حضرت عارف رح سے بیان کیا آپ محترز رہے"۔

مولانا امام الدین مبارک ملتانی رح استاد شیخ ابا بکر نندہ پوش رح فرماتے ہیں ایک دفعہ شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ دریا کے کنارے ملتان سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر وضو کر رہے تھے۔ اور آپکے صاحبزادے شیخ رکن الدین ابو الفتح رح (اُسوقت سات برس کے تھے) ہمراہ تھے۔ ناگاہ ہرنوں کا ایک غول پیدا ہوا۔ شیخ رکن الدین رح بوجہ طفولیت ایک ہرن کے بچے کی جانب دیکھنے لگے۔ جب وہ ہرن چلے گئے اور حضرت شیخ صدرالدین رح بھی وضو سے فارغ ہو گئے تو آپنے شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن پاک پڑھانے کیواسطے بلایا۔ حضرت شیخ رح پاؤ پارہ تین مرتبہ پڑھکر حفظ کر لیتے تھے لیکن اُسدن دس مرتبہ پڑھا اور یاد نہوا۔ حضرت شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے وجہ دریافت فرمائی تو ایک شخص نے ہرنوں کا قصہ بیان کیا۔ حضرت شیخ نے دریافت فرمایا کہ وہ غول کسطرف گیا ہے۔ شیخ رکن الدین رح بول اُٹھے۔ ابا جان! فلاں جانب گیا ہے۔ حضرت شیخ رح نے ایک لمحہ اُس طرف توجہ فرمائی۔ اور دیکھا کہ ایک ہرنی مع بچے کے آرہی تھی۔ حضرت رکن الدین نے فوراً بچے کو گود میں لے لیا اور پیار کیا۔ بعد ازاں حضرت صدرالدین رح نے فرمایا کہ جان پدر! اِسکو چھوڑ دو تاکہ اسکی ماں دودھ پلائے۔ آپنے ایسا ہی کیا۔ اور اسکے بعد کلام اللہ شریف کا

[1] کشاف کا مصنف علامہ جاراللہ زمخشری تھا جو مذہباً معتزلی تھا لیکن اُسکی قابلیت میں کوئی شک نہیں تفسیر کشاف اب تک مدرس عربی میں داخل ہے ۱۲

معینہ سبق حفظ کر لیا ۔

شاہزادہ محمد سلطان خاں شہید کا واقعہ مشہور ہے کہ اُسنے اپنی بیوی کو طلاق[1] دیدی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ شاہزادہ کثرت سے شراب پیتا تھا اور بیگم ہمیشہ اس فعل قبیح سے محزون ملول رہتی تھی۔ یہ ہی باعثِ طلاق تھا۔ شہزادہ نے یہ فعل تو کر لیا۔ لیکن بعد کو بہت پچھتایا۔ علمائے دریافت کیا تو سبنے بالاتفاق کہا کہ جبتک کسی دوسرے شخص کے ساتھ عقد نہو اور وہ طلاق نہ دے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ قاضی امیرالدین خوارزمی کی رائے سے حضرت شیخ صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ سے بیگم کا نکاح ہو گیا۔ لیکن بعد کو اُس نے نہایت زاری سے کہا کہ اگر آپ مجھے طلاق دے کر دوبارہ اُس ظالم کے پاس بھیجیں گے تو میں قیامت کے دن آپ کی دامن گیر ہونگی۔ آپ خوف خدا سے لرزگئے۔ اور طلاق دینے سے قطعی انکار کر دیا۔ اسپر محمد سلطان خاں کو بڑا غصہ آیا۔ اور چاہا کہ بزور شمشیر حضرت شیخ صدرالدینؒ سے طلاق دلوائے۔ لیکن وہ یہ قصد ہی کرتا رہا اور خود ترکوں کے ہاتھ سے شہید ہو گیا ۔

حضرت شیخ رکن الدین فردوسی رحمتہ اللہ علیہ پیر و مرشد حضرت شیخ نجم الدین رحمتہ اللہ علیہ پیر و مرشد حضرت خواجہ شرف الدین یحییٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں "جب میں خراسان سے ہندوستان آیا تو ملتان بھی گیا۔ اور حضرت صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایام بیض تھے اور میں روزہ دار تھا۔ اسیوقت حضرت شیخ نے کھانا طلب کیا۔ آپ کا دسترخوان مثل بادشاہوں کے تھا۔ جسپر انواع و اقسام کی نعمتیں موجود تھیں۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ نعمتِ شیخؒ سے محروم رہوں۔ لیکن یہ خیال کیا کہ صوم البیض کے افطار میں مراعات میزبان کی تو روا رکھے لیکن تقلیل غذا پر قناعت کرنی چاہیئے۔ اُس وقت حضرت شیخ رح کے سامنے ایک طباق مزعفر سے بھرا ہوا اور دوسرا حلوائے صابونی سے لبریز رکھا تھا۔ یہ خیال آتے ہی حضرت شیخ رح نے

[1] یہ بیگم سلطان رکن الدین بن سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی اور نہایت عفیفہ و پاکدامن تھی ۔

میری طرف دیکھا اور فرمایا "جو شخص حرارت باطن سے طعام کو نورانی کر سکتا ہے اُسے تقلیل کا مقید ہونا لازم نہیں ؎

چونکہ لقمہ میشود بر تو گہر | تن مزن ہر چند بتوانی بخور

حضرت شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ ۶۸۶ھ ہجری میں واصل بحق ہوئے اور خرقہ خلافت عطیہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رح مع دیگر تبرکات ایام مرض میں حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رح کو عطا فرما کر اپنا جانشین بنایا۔

حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح قدس سرہ العزیز

جہانِ معرفت سلطانِ معنی | وجودش آیتے در شانِ معنی
دلش از طلعتِ اسرار مسرور | ہمیشہ حالش از انوار معمور
بباطن در حقیقت رفتہ بیباک | بظاہر در شریعت چست و چالاک

حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ عظیم القدر اور بہت بڑے بزرگ تھے۔ آپکے جد بزرگوار حضرت قطب الاقطاب شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی آپ پر نظر خاص تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ رابعۂ عصر اور نہایت عفیفہ تھیں۔ اُن کا معمول تھا کہ روزانہ کلام اللہ شریف ختم فرماتی تھیں۔ ایک دن وہ حضرت بہاؤالدین رح کی خدمت میں تشریف لائیں۔ اور حضرت رکن الدین سات ماہ کے پیٹ میں تھے کہ حضرت شیخ رح نے آپ کی تعظیم کی اور فرمایا۔ بی بی! یہ تعظیم اُس شخص کی ہے جو عنقریب عالم وجود میں آنیوالا ہے اور وہ ہمارا چراغِ خاندان و شمع دودمان ہوگا۔

ایک دفعہ حضرت شیخ رح پلنگ پر تکیہ کے سہارے تشریف فرما تھے اور دستار پایہ پر رکھی ہوئی تھی۔ اور حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمۃ اللہ علیہ باادب تمام چارپائی سے نیچے تشریف فرما تھے کہ حضرت رکن الدین رح تشریف لائے۔ آپکی عمر اسوقت چار برس

کی تھی۔ بمقتضائے طفولیت چارپائی کے چاروں طرف پھرتے تھے اِسی اثنا میں حضرت شیخ رحمہ کی دستار مبارک اٹھا کر سرِ اقدس پر رکھ لی۔ حضرت شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مضطرب ہو کر آواز دی "رکن الدین! بے ادبی مت کرو دستار اتار کر رکھدے"۔ حضرت شیخ نے فرمایا "صدر الدین! منع مت کرو۔ اِسکا تو حق ہے۔ ہمنے یہ دستار اِنہیں کو بخشدی"۔ چنانچہ حضرت ابو الفتح رحمہ نے وہ تبرک احتیاط کے ساتھ صندوق میں رکھا بروزِ جلوس سجادہ اس دستار کو سرِ مبارک پر رکھتے اور خرقۂ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ زیب بر فرماتے تھے۔ حضرت شیخ رحمہ کی حالت مثل حضرت سلطان ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ تھی۔ یعنی آپ کی مجلس میں جو شخص کوئی خیال کرتا وہ آپ پر ظاہر ہو جاتا تھا۔ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری رحمہ و حضرت شیخ عثمان سیاح رحمہ آپکے مریدین میں سے تھے۔

حضرت سلطان نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں "جب حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لاتے تھے تو خلق خدا عطائے ظاہر و باطنی سے مالا مال ہو جاتے تھے۔ ہر روز روزِ عید اور ہر رات شب قدر ہوتی تھی سلطان علاؤ الدین خلجی کے زمانہ میں دوبارہ سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے وقت میں تین مرتبہ دہلی تشریف لائے۔ علاؤ الدین سا متکبر و مغرور بادشاہ آپکا استقبال کر کے شہر میں لاتا تھا۔ اور دس لاکھ تنکہ نقرئی پہلے دن اور پانچ لاکھ بوقت رخصت پیش کرتا تھا۔ مگر آپ کل زرِ نقد فقرا پر تقسیم فرما دیتے تھے۔ ایک حبہ اپنے پاس نہ رکھتے تھے"۔

آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے "میں ملتان سے دہلی صرف شیخ نظام الدین رحمہ کی محبت کی وجہ سے آتا ہوں"۔

سلہ پیر و مرشد حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

ایک دفعہ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رح و حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جمعہ مسجد کیلوکھری میں ادا فرمائی۔ بعدازاں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان الاولیاء کے دولت خانہ پر تشریف لیگئے اُس وقت مولانا علم الدین رحمۃ اللہ علیہ برادر عم زادہ حضرت شیخ رکن الدین رح کو خیال گزرا کہ خوش قسمتی سے قران السعدین ہوا ہے۔ کیا خوب ہو کہ دونوں آفتاب و مہتاب علمی گفتگو فرمائیں۔ معاً یہ خیال آتے ہی دونوں بزرگوں نے ارشاد فرمایا کہ مولانا علم الدین رح جو تمہارے دلمیں آئے بیان کرو۔ مولانا صاحب نے فرمایا۔ اسمیں کیا مصلحت تھی کہ جناب رسالت مآب صلعم نے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوالفتح رح نے فرمایا کہ میرے خیال میں بعض کمالات کا حصول اس ہجرت پر موقوف تھا۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لیگئے تو وہ نعمتیں حاصل ہوئیں۔
حضرت سلطان الاولیاء رح نے فرمایا۔ میرے خیال میں بعض ناقصان مدینہ منورہ کو قدرت و استطاعت مکہ معظمہ کے سفر کی نہ تھی۔ ان کا نقص آنحضرت صلعم کی صحبت فیض منزلت سے دور کرنے کی غرض سے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے آپکو مدینہ طیبہ بھیجا۔ اور خلق خدا نے فیوض لاانتہاہی حاصل کیئے +

سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ تین مرتبہ تشریف لائے۔ اور حضرت سلطان الاولیاء شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دولت خانہ مبارک پر قیام پذیر ہوتے تھے۔ سلطان حضرت شیخ کا نہایت ادب و احترام کرتا تھا۔ جب آپ دربار شاہی میں تشریف لیجاتے تو بادشاہ خود استقبال کرتا اور مؤدب بیٹھتا۔ اہل حاجت جسقدر عرائض حضرت کے توسل سے پیش کرتے اُنپر اپنے ہاتھ سے احکام لکھتا۔
حضرت امیر خسرو رح ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنجشکر رح کے عُرس میں حضرت سلطان الاولیاء رح اور حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ دونوں بزرگ موجود تھے قوالوں نے راگ شروع کیا۔ اور حضرت سلطان الاولیاء رح کو وجد و حال آگیا۔ آپ اُٹھنا چاہتے تھے

بلکہ حضرت رحمہ نے دامن پکڑ لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اُٹھے۔ اِس مرتبہ آپ مانع نہ ہوئے
اور خود بھی مثل اور درویشان حاضر کھڑے ہو گئے۔ بعد انفراغ مولانا علم الدین رحمۃ
اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ پہلی مرتبہ دامن پکڑنے اور دوسری مرتبہ سکوت میں کیا
راز تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضرت شیخ نظام الدین اولیا رحمہ
عالم ملکوت میں پہنچ گئے تھے۔ چونکہ میری بھی رسائی وہاں تک تھی۔ اِس لیئے دامن پکڑ لیا
اور دوسری دفعہ عالم جبروت میں گئے۔ وہاں میں نہ پہنچ سکتا تھا اِسی واسطے خاموش رہا۔
جب برضائے الٰہی حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ واصل ہوئے تو آپ دہلی
تشریف لاکر لوازم زیارت سے فارغ ہوئے۔ اُسی زمانہ میں سلطان غیاث الدین تغلق کا
واقعہ گزرا کہ اُسکے ولیعہد سلطان محمد تغلق نے قصبہ افغان پور میں ایک محل عالیشان بنایا تھا
اور وہاں بادشاہ کی مع حضرت رحمہ دعوت کی تھی۔ حضرت رحمہ نے ہر چند بادشاہ سے بعد انفراغ
طعام چلنے کے لیئے کہا مگر وہ نہ اُٹھا۔ آخر کار محل مع چھت اسپر گر پڑا +

مولانا محمد اسمٰعیل ذاکر رحمہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنی وصال سے تین ماہ پیشتر خلوت اختیار فرمالی تھی اور کسیوقت سوائے نماز فرض
حجرہ سے باہر تشریف نہ لاتے تھے +

۱۶ رجب بروز پنجشنبہ بعد نماز عصر خادم خاص مولانا ظہیر الدین احمد رحمہ کو طلب فرماکر
کفن دفن کے واسطے ہدایات فرمائیں۔ اور خرقہ خاص اپنی ایک بھائی صاحب کو (چونکہ آپکے

سلے ناظرین کو یہاں شبہ ہوگا کہ حضرت مولانا رکن الدین رحمہ کا مرتبہ کچھ کم تھا۔ اسکی مثال یوں سمجھیئے کہ ہندوستان
کا ممبر دارالامراء انگلستان کا ایک رکن ہوتا ہے لیکن نسبت اوراکیمٹ شہنشاہ انگلستان اُسکو منتخب کرکے
ہندوستان بھیجدیتے ہیں۔ دارالامراء میں سب امیر ہوتے ہیں اور وائسرائے بھی ایک امیر ہے۔ جب تک وہ دارالامراء
میں برابر تھا اور جب ہندوستان آیا تو اُسے بلحاظ خدمت تفوق حاصل ہوگیا۔ اسی طرح فقراء بھی ہیں حضرت سلطان
الاولیاء کو جو خدمت سپرد تھی اُسکے لحاظ سے حضرت مولانا رکن الدین رحمہ پر قدرے فوقیت حاصل تھی اگر وہی خدمت حضرت
رحمہ کو بھی حاصل ہوجاتی تو آپ کا پایہ بھی عالم جبروت تک جا پہنچتا ۱۲

کوئی اولاد نہ تھی، عطا فرمایا۔ اور بعد نماز مغرب سجدہ میں سر رکھے ہوئے معشوق حقیقی کے وصل سے کامیاب ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مؤلف کتاب نفقیر حقیر محمد قاسم فرشتہ کو نہیں معلوم کہ حضرت شیخ رکن الدین کے بعد کون کون بزرگ سلسلہ بسلسلہ جانشین ہوئے۔ لہذا ان کے مشہور مریدوں کے ذکر پر اس حصہ کو ختم کرتا ہے۔

حضرت سید جلال بخاری قدس سرہٗ

حضرت سید صاحب ساداتِ صحیح النسب میں ہیں اور آپ کا سلسلہ یہ ہے۔ سید جلال رح ابن سید علی رح بن جعفر رح بن محمد رح بن احمد رح بن محمود رح بن عبداللہ رح بن علی اصغر رح ابن جعفر رح بن امام علی الہادی رح

آپ بخارا سے ملتان تشریف لائے اور حضرت سلطان الاقطاب شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ اتفاق سے موسم نہایت گرم تھا۔ اور لُو چل رہی تھی۔ حضرت سید صاحبؒ نے حسرت سے فرمایا کہ ایسی گرمی میں اگر بخارا کا برف ہوتا تو خوب ہوتا۔ حضرت شیخ رح کو صفائی باطن سے اس امر کا علم ہوا۔ آپنے خادم سے ارشاد فرمایا کہ جماعت خانہ کی صفیں اٹھا کر جھاڑو دیدو۔ لوگوں کو تعجب بھی ہوا۔ لیکن خاموش ہو رہے دو پہر کے بعد آسمان پر ابر معلوم ہوا۔ اور مرغی کے انڈے کے برابر اولے گرے۔ یہاں تک کہ تمام صحن بھر گیا۔ لیکن باہر خانقاہ کے کچھ اثر نہ معلوم ہوا۔ حضرت سید صاحبؒ بہت خوش ہوئے اور خوب اولے کھائے۔ اور اہالیان ملتان بھی خبر سنکر بطور تبرک اُٹھا لیگئے۔ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نماز ظہر کے واسطے حجرہ سے باہر تشریف لائے تو فرمایا۔ کیوں سید جلال! بخارا کا برف بہتر ہے یا ملتان کے اولے؟ سید صاحبؒ نے فرمایا۔ حضور! ملتان کا ایک اولہ سو پر کالہ برف بخارا سے زیادہ ہے۔ اُسی دن حضرت شیخ نے خرقہ خلافت عطا

فرما کر سر بلند فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک اوچہ میں ہے اور وہیں آپ ارشاد آلہی کی تکمیل فرماتے رہے۔

حضرت شیخ حسن افغان رحمتہ اللہ علیہ

یہ بزرگ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "جب خدائے تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ ہمارے واسطے زکریا کیا لائے۔ عرض کرونگا۔ حسن افغان کو لایا ہوں"۔ اس قول سے حضرت حسن رح کی بندگی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

حضرت سلطان الاولیاؒ فوائد الفواد میں ارشاد فرماتے ہیں "شیخ حسن اُمّی محض تھے۔ ایک حرف نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے۔ لیکن لوح محفوظ کا عکس اُنکے دل پر پڑتا تھا۔ لوگ اُنکے پاس آیات قرآن مجید۔ احادیث شریفہ۔ اقوال بزرگان دین لیجاتے اور دریافت کرتے کہ اِن کا فرق بتلایئے۔ آپ نہایت تفصیل و شرح کے ساتھ قرآن پاک۔ احادیث شریف۔ اور اقوال کی وضاحت فرماتے"۔

حضرت سلطان الاولیاؒ سے منقول ہے۔ دہلی میں ایک مسجد کی سمت قبلہ میں اختلاف تھا اور اُس وقت علماء یہی بحث کر رہے تھے کہ حضرت شیخ حسن تشریف لے آئے۔ اور کل گفتگو سُن کر باادب قبلہ کی طرف ایستادہ ہوئے۔ تمام حاضرین سے فرمایا کعبۃ اللہ کی زیارت کرو۔ فوراً سب کو اللہ کا گھر نظر آیا۔ اُسی جانب سمت قبلہ مقرر کی۔ جملہ حاضرین نے قدمبوس ہو کر سعادت دارین حاصل کی۔

ایک دفعہ حضرت ممدوح مغرب کیوقت ایک کوچہ میں جا رہے تھے کہ اذاں ہوئی اور آپ نماز کے واسطے ایک مسجد میں تشریف لیگئے۔ جب نماز باجماعت ادا فرما چکے تو امام کا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشہ میں لیگئے۔ اور فرمایا "خواجہ صاحب ہم بھی جماعت میں شریک تھے

اور تمہاری قتداکی۔ تم عین نماز میں دہلی سے بنگالہ گئے اور وہاں سے بردہ خرید کر ملتان آئے۔ بعد ازاں غزنیں گئے۔ وہاں بردہ گراں قیمت پر فروخت کیا۔ ہم تمہارے پیچھے حیران و پریشان پھرتے رہے۔ بھلا اس نماز کو کیا کہنا چاہیئے"۔

حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ وطن قندھار تھا اور ابتدائے حال میں ہر وقت شراب پئے رہتے تھے۔ اپنے والد محمدؒ قندھاری سے اجازت لیکر ملتان تجارت کیلئے تشریف لائے۔ اور مے و معشوق میں مشغول ہوگئے۔ اتفاق حسنہ سے ایک دن حضرت عارف رح حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رح کے مزار مبارک پر تشریف لیئے جا رہے تھے کہ ایک دکان پر شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے آپ کو نظر آگئے۔ وقت آگیا تھا۔ حضرت شیخ رح نے خادم کو اشارہ فرمایا کہ ان صاحب کو ہمارے پاس لاؤ۔ اتنے ہم زیارت سے فارغ ہوتے ہیں۔ چنانچہ خادم حسب الارشاد دولت خانہ پر لیکر حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کو حاضر ہوا۔ موسم گرم تھا۔ آپنے شربت طلب فرمایا اور تھوڑا سا نوش فرماکر شیخ احمد کو عنایت فرمایا۔ شربت کیا تھا۔ قاطع بدعات تھا۔ پیتے کے ساتھ ہی ابواب مغفرت کھل گئے اور فوراً تائب ہوکر بیعت سے مشرف ہوئے جس قدر نقد و جنس تھا سب فقراء پر تقسیم کردیا۔ اسکے بعد یہ کیفیت ہوئی کہ سات برس تک ایک تنہا گوشہ میں بیٹھکر یاد حق میں مشغول رہے۔ ہر وقت حضرت شیخ رح سے ایک فیض تازہ حاصل فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ بہت بڑے اولیائے کرام میں سے ہوئے۔

فوائد الفواد میں حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "آخر میں حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ پر اسقدر استغراق غالب ہوا کہ چشم ظاہر نہ کھولتے تھے۔ ایک دفعہ موسم سرما میں جبکہ نہایت کڑاکے کا جاڑا پڑتا تھا۔ آپ غسل کرنے چلے اور ٹھنڈے

پانی میں دریا کے بہت دیر تک کھڑے ہوکر مناجات فرماتے رہے کہ الٰہی! تو بادشاہ ہے اور بندوں کی اطاعت سے بے نیاز ہے۔ اپنے بے اندازہ لطف و رحمت سے بندگان بے بضاعت پر کرم نوازی فرما۔ قسم ہے تیری محبت کی جبتک اپنا قرب و مرتبہ نہ جانونگا اس سرد پانی سے نہ نکلونگا۔ درگاہ رب العزت سے ندا آئی۔ تیرا وہ مرتبہ ہے کہ بہت سے گنہگار مخلوق کو تیرے وسیلے سے بخشدوں گا۔ اور انہیں آتش دوزخ سے رہائی نصیب ہو گی۔ شیخ احمد رح نے فرمایا۔ بارخدایا۔ تیری رحمت و رافت لاتعداد ہے۔ میں صرف اتنے پر اکتفا نہیں کرونگا۔ ندا آئی کہ ہم تجھے اپنا معشوق بناتے ہیں اور اپنے طالبوں کو ہمارا عاشق بنا۔ چنانچہ آپ نہایت مسرور و شاداں ہوکر پانی سے باہر آئے۔ پھر تو یہ حالت ہو گئی کہ ہر شخص جو آپ کو دیکھتا۔ شیخ احمد معشوق کہتا۔

اسکے بعد اسقدر جذب غالب ہوا کہ نماز کی سُدھ بھی نہ رہی۔ علماء نے بہت کچھ کہا کہ اس مستی سے باز آئیے اور نماز پنجگانہ تو ادا فرمالیا کیجیے۔ جواب دیا کہ نماز پڑھنے کی تو قدرت ہے۔ لیکن فاتحۃ الکتاب نہیں پڑھ سکتا۔ اُنھوں نے کہا نماز بغیر فاتحہ درست نہیں ہے۔ آپنے فرمایا اچھا فاتحہ پڑھوں گا لیکن اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ نہ کہونگا۔ علماء نے کہا یہ بھی جائز نہیں ہے۔ آخر جب آپ اصرار سے تنگ آگئے تو نماز کو کھڑے ہوئے اور پوری فاتحہ پڑھی۔ لیکن جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر پہنچے تو ہر بن مُو سے خون کا قطرہ ٹپکنے لگا۔ یہاں تک کہ خرقہ خون میں تر ہو گیا۔ علماء سے کہا۔ دیکھا تم نے اے بزرگو۔ میں مثل زن حائضہ کے ہوں۔ میرے اوپر نماز روا نہیں ہے۔ مجھے باز پرس مت کرو۔

حضرت مولانا شیخ حسام الدین نور اللہ مرقدہ

مولانا صاحب رح بھی حضرت شیخ صدرالدین عارف رح کے مرید اور بہت بڑے صاحب

کمال بزرگ تھے۔ ایک دفعہ حضرت عارف رح مع مولانا صاحبؒ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر تشریف لیگئے تو مولانا صاحبؒ کو یہ خیال آیا کہ کاش اس مزار پُرانوار کے پائیں میری قبر کے موافق زمین ملجاتی تاکہ برکت سے حضرت قطب الاقطاب کے عذاب وفزع سے رہائی پاتا۔ فی الفور حضرت شیخ صدرالدین عارف رح نے فرمایا کہ مولانا صاحب تمہاری قبر کے واسطے زمین موجود ہے۔ لیکن حضور رسالت مآب صلعم نے تمہاری قبر بداؤں میں تعین فرمائی ہے۔ منقول ہو کہ بلدہ بداؤں میں ایک شب حضور صلعم کو خواب میں دیکھا کہ فلاں موضع میں وضو فرما رہے ہیں صبح کو اس جگہ جاکر دیکھا کہ زمین تر ہے۔ وصیت فرمائی کہ مجھے اس جگہ دفن کرنا۔ چنانچہ آپ کا مزار مبارک وہیں ہو۔

حضرت مولانا علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت مولانا صدرالدین رح کے مریدین میں سے ہیں۔ بہت بڑے فاضل و محقق تھے۔ چار برس تک خدمت مبارک میں رہکر فیوض باطنی حاصل کیے۔ دن رات میں دو مرتبہ ختم کلام اللہ فرماتے۔ اور حضرت پیر و مرشد رح کے نزدیک نہایت محبوب تھے۔ اور آپنے محبوب اللہ کا خطاب عنایت فرمایا تھا۔ حضرت مولانا شیخ جمال الدین خجندی رح مرید حضرت سلطان الاقطاب شیخ بہاؤالدین زکریا رح کے تھے۔ لیکن تربیت حضرت عارفؒ سے پائی تھی۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے۔ اور آپکے خرق عادات بہت سی مسطور ہیں۔

حضرت شیخ وحیدالدین عثمان سیاح رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضرت شیخ

وحید الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کھلوکھری میں دریا کے کنارے حضرت شیخ رکن الدین عارف قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ آپ ایسے زاہد و بے نفس بزرگ تھے کہ سوائے ایک تہمد کے اور وہ بھی اسقدر کہ ستر چھپ جائے کچھ پاس نہ رکھتے تھے۔ اسی حالت سے حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ کیخدمت میں ملتان رہے۔ اور نسخہ عوارف تالیف حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ سے پڑھا۔ اور قرآن مجید حفظ کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد رخصت لیکر سیاحی میں مشغول ہوئے سفر میں بھی وہی لنگی ہمراہ تھی۔ اور اسی حالت سے مکہ معظمہ پہنچکر فریضۂ حج ادا کیا۔ اور وہاں سے مدینہ طیبہ تشریف لیگئے۔ ایک سال تک مقیم رہے۔ دوبارہ حج بیت اللہ سے فائز ہوکر ملتان تشریف لائے۔ آپ اس پایہ کے بزرگ تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام دھوپ کی حالت میں آپ پر آستین کا سایہ کرتے تھے۔

جب آپ ملتان تشریف لائے ہیں تو حضرت شیخ رح نے فرمایا "خوب ہوا جو تم جلد چلے آئے۔ ورنہ فتنۂ خلق میں مبتلا ہوجاتے"۔ بعدازاں لباس خاص آپ کو پہنایا اور دستار مبارک عطا فرماکر حکم دیا "دہلی جاؤ۔ اور اکثر اوقات حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہا کرو۔ اور جہاں وہ بزرگ تمہاری منزل مقرر فرمائیں۔ قیام کرو"۔ چنانچہ آپ دہلی تشریف لائے اور حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ کیخدمت مبارک میں رہنے لگے۔ حضرت ممدوح کو آپکے ساتھ خاص محبت تھی۔ آپ کو سماع بہت پسند تھا۔ اور سلطان غیاث الدین نے عام طور پر یہ حکم دیا تھا کہ اگر کوئی قوال گائے یا کوئی صوفی مجلس سماع منعقد کرے تو اس کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے۔ اسواسطے سماع بالکل بند تھا۔ اتفاق سے ایک دن شیخ وحید الدین رح جماعت خانہ میں تشریف فرما تھے۔ اور میر حسن قوال جو حضرت سلطان الاولیاء کا وظیفہ خوار اور دو سو قوالوں کا افسر تھا۔ حاضر ہوا۔ شیخ کی قدمبوسی حاصل کرکے بیٹھ گیا۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ کوئی چیز سناؤ

اس نے بادشاہی حکم کیجانب اشارہ کیا۔ آپنے فرمایا کہ آہستہ آہستہ گاؤ۔ پیر حسن کو زیادہ کہنے کی مجال نہ تھی۔ مجبور ہو کر یہ شعر بہ لحن داؤدی گایا ؎

زاہد ز دیں برآمد و صوفی ز اعتقاد   ترسا محمدی شده عاشق ہا کہ ہست

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو سنتے ہی وجد آیا۔ اور رفتہ رفتہ اسقدر ترقی ہوئی کہ بالکل آپ سے از گئے۔ اور قوالوں کو بھی خبر ہوئی۔ چنانچہ دو سو وظیفہ خوار قوال حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے حاضر ہو گئے۔ اسکے علاوہ بہت سے صوفیائے کرام بھی مع اور لوگوں کے جمع ہو گئے۔ بہت بڑی مجلس آراستہ ہو گئی +

حضرت شیخ وحید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وجد اس قدر بڑھا کہ ان سب لوگوں کو ساتھ لیکر جو تعداد میں تین ہزار سے کم نہ تھے تغلق آباد کی طرف راہی ہوئے۔ وہاں سے دہلی ایک فرسنگ تھی۔ شہر میں خبر ہوئی کہ حضرت شیخ رح اس شان سے آتے ہیں۔ تمام وضیع و شریف متحیر و ملول ہوئے کہ دیکھئے آج بادشاہ کے ہاتھوں کیسا ہو۔ رفتہ رفتہ یہ خبر دربار میں پہنچی۔ اور بادشاہ نے ملک شادی خاں ایک امیر کبیر کو تحقیقات کیواسطے بھیجا۔ امیر گیا۔ اور واپس ہو کر کل حال عرض کیا۔ مقلب القلوب نے بادشاہ کے دلکو ایسا نرم کیا کہ وہ نہایت مہربانی و تواضع سے پیش آیا۔ اور قصر خاص میں سامانِ ضیافت مہیا کرکے قوالوں کو انعام و اکرام دیا۔ خصوصاً ملک شادی خاں نے حد سے زیادہ اطاعت کی اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت کچھ پیش کیا۔ لیکن آپنے ان باتوں کیجانب کوئی توجہ نفرمائی +

بہت زمانہ تک حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بسر فرماکر واصل بحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ +

حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری رح

آں گوہرِ معدنِ سیادت	سلطان سراوقِ سعادت
آں حامیٔ دیں سلالۂ پاک	فرزندِ نبیؐ خاص لولاک
بانیٔ شریعت و طریقت	استاد مشائخ حقیقت
اندر پئے مصطفیٰ در اسلام	از فقر نہادہ برزمیں گام
ہمسایہ شبہ حج اکبر	ہم زائر روضۂ پیمبرؐ
آمد ز خدا بہ فتح بابش	مخدوم جہانیاں خطابش

حضرت مخدوم صاحب رہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے صاحب کمال گزرے ہیں۔ آپکے جد حضرت سید جلال بخاری رہ نے جب حضرت سلطان الاقطاب شیخ بہاؤالدین زکریا رہ سے خرقۂ خلافت حاصل کرکے اُچہ میں قیام فرمایا۔ تو بمقتضائے شریعت نبویؐ متاہل ہوئے۔ آپکے تین صاحبزادے تھے سید احمد کبیرؒ۔ سید بہاؤالدینؒ۔ سید محمد رحؒ +

سید احمد کبیر آپکے بعد جانشین ہوئے۔ اور حضرت مخدوم صاحبؒ آپ ہی کے سعید صاحبزادے تھے۔ مخدوم صاحبؒ کے ایک بھائی حضرت مولانا صدرالدین قتال رہ (آپکا ذکر خیر آتا ہی) اور بھی تھے جب آپکا سن سات سال کا ہوا تو مولانا سید احمد کبیر صاحب حضرت مولانا شیخ جمال الدین نجودی (خلیفہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رح) کی خدمت میں لیگئے۔ اور قدمبوس کرایا۔ حضرت جمالؒ نے ایک طباق چھوہارے حاضرین مجلس میں تقسیم فرمائے۔ حضرت مخدوم صاحبؒ نے چھوہارہ گٹھلی سمیت کھا لیا۔ اِس حرکت کو دیکھکر حضرت جمال صاحبؒ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا کیا۔ حضرت مخدوم صاحبؒ نے ارشاد فرمایا "حضور نے تبرک عطا فرمایا تو میں گٹھلی کو کیوں ضائع کرتا" حضرت جمالؒ نے فرمایا بیٹا تم اپنے خاندان کو قیامت تک منور رکھوگے" چنانچہ ایسا ہی ہوا +

حضرت مخدوم صاحب بہت بڑے عالم متبحر تھے۔ علوم نقلی و عقلی میں دستگاہ تامہ رکھتے تھے اور بڑی محنت و مشقت سے علم حاصل کیا تھا۔ آپکا ارشاد تھا کہ ہر بزرگ سے استفادہ حاصل کرنا چاہیئے نعمت جہاں سے ملے۔ لو۔ خرقۂ خلافت اپنے والد ماجد رہ سے حاصل کیا۔ حضرت مولانا رکن الدین

ابوالفتح رح فرماتے ہیں "سالہا سال تک آپ مکہ معظمہ۔ مدینہ طیبہ۔ مصر۔ شام۔ بیت المقدس یمن
عراقین۔ خراسان۔ بلخ و بخارا میں رہے اور بہت سے حج ادا کیے جن میں چھ حج اکبر تھے" مدینہ طیبہ
میں سلطان العلماء استاد المحدثین عفیف الدین بن سعد الدین علی الشافعی الیمنی رح سے دو برس تک
نسخہ عوارف وغیرہ پڑھا اور خدمت کی۔ اثنائے سفر میں مولانا شیخ حمید الدین بن محمود الحسینی رح
سمرقندی رح سے بھی فیض و خرقہ حاصل کیا۔ یہ امر ثابت ہے کہ حضرت مخدوم صاحب نے تین سو کئی
بزرگان دین سے استفادہ حاصل کیا۔ جب آپ مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے اور امام الحرمین شیخ
عبداللہ شافعی رح یافعی رح سے استفادہ حاصل کرتے تھے تو ایکدن طواف کعبۃ اللہ کرتے ہوئے دیکھا
کہ غلاف کعبہ معلق ہے۔ اور دیوار ظاہری نہیں ہے بہت تعجب ہوا۔ اور حضرت امام حرمین سے
یہ واقعہ عرض کیا۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ از کعبۃ راحت الی زیارۃ قطب الہند نصیر الدین محمود
(کعبۃ اللہ حضرت قطب الہند شیخ نصیر الدین محمود رح کی زیارت کو گیا ہے) آپکا یہ بھی قول ہے "حضرت
سلطان نصیر الدین رح مقام متمکین کا رکھتے ہیں۔ اور بوجہ مستی نے یہاں آ نہیں سکتے۔ اسلیے کعبہ
وہاں گیا۔ اور اگرچہ درویشان سابق دہلی میں نہیں رہے۔ لیکن انکی برکت اور تاثیر حضرت قطب الاقطاب
شیخ قطب الدین بختیار کاکی رح کے حضرت چراغ دہلی میں موجود ہے اور وہ بلاشک چراغ ہیں"۔
یہی وجہ آپکے چراغ دہلی مشہور ہونے کی ہے۔ جب حضرت مخدوم صاحب رح حجاز مقدس سے ہندوستان
آئے تو دہلی آکر حضرت سلطان نصیر الدین محمود دہلوی رح کی دولت دیدار سے مشرف ہوئے۔
آپکے حالات واذکار کرامات کتاب قلمی میں کلیۃً مسطور ہیں یہاں اسقدر گنجایش نہیں کہ مفصل ذکر کیا جائے۔
مخدوم جہانیاں کا خطاب حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رح حضرت مولانا شیخ صدر الدین عارف رح
اور حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رح کے ارواح نے آپکو عطا فرمایا اور اسی سبب سے آپ مخدوم مشہور ہوئے
آپ ستر برس کے سن میں بروز عید قربان بعد ادائے نماز وصال بحق ہوئے اور اُچہ میں آپکا مزار مبارک ہے۔

حضرت سید صدر الدین قتال قدس سرہ

آپ حضرت مخدوم صاحب رح کے برادر اصغر اور بہت بڑے پایہ کے بزرگ تھے

جلال ہر وقت غالب رہتا تھا اور جو زبان مبارک سے نکل جاتا پورا ہوتا۔ اگر کسی پر نگاہ پڑجاتی تو وہ جل جاتا۔ خلق خدا کو آپ کی ذات بابرکات سے بہت فیض پہنچا۔ زمانہ دراز تک مخلوق کی اصلاح میں مشغول رہے اور اُوچہ میں اقامت اختیار کی۔ وہیں آپ کا مزار مبارک ہے +

حضرت مولانا سید کبیر الدین اسمعیل

آپ حضرت مخدوم صاحب کے مرید تھے۔ اور حضرت صدرالدین قتال سے بھی استفادہ حاصل کیا تھا۔ آپکے دو صاحبزادے مولانا عبدالشکور اور مولانا عبدالغفور تھا سعادت مند متبحر اور فاضل تھے۔ انتقال کے وقت مولانا صاحب نے وصیت فرمائی کہ جو مشکل پیش آئے۔ ہمارے مزار مبارک پر آکر دریافت کرنا۔ انشاءاللہ اُسکا حل ہوگا۔

تمت بالخیر

خدائے تبارک تعالیٰ کا لاانتہا شکر ہے کہ اس نے قلم کو آج مشاہیر مشائخ ہند کی تسطیر سے فارغ کیا الحمد للہ۔ اللہ پاک نے انسانوں کی ہدایت کیواسطے دنیا میں پیغمبران علیہم السلام کو اپنا پیغام دیکر بھیجا۔ اور کفر وظلمت کی گھنگور گھٹاؤں کو ان مقدس نفوس کے ذریعہ سے دور کیا دین متین کا صحیح رستہ جو تہذیب کی طرف جاتا تھا اپنی مخلوق کو دکھلایا۔ اور سب کے بعد جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلعم (روحی فداہ) کو مبعوث فرماکر دین کو اکمل فرمادیا۔ پیغمبران کے بعد اولیائے کرام کو بھی یہی کام سپرد ہوا۔ اولیائے پاک نے دنیا میں تبلیغ اسلام واشاعت توحید میں مثل پیغمبروں کے حصہ لیا۔ چنانچہ ہندوستان میں حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز شیخ معین الدین حسن سنجری چشتی رحمۃ زبان پہ بارخدایا یہ کسکا نام آیا۔ کہ میری نطق نے بوسے مری زباں کیلئے نے جو کارہائے نمایاں خدا کی راہ میں کیئے اُنکے ذکر سے بیسیوں کتابیں مالامال ہیں۔ آپکے بعد آپکے خلفا اور خاندان چشت اہل بہشت نے بھی وہی کام کیا چنانچہ انہیں بزرگوں کا طفیل ہے کہ ہم آج ہندوستان میں موجود ہیں۔ اللہ العالمین بطفیل حضور رسول مقبول صلعم وبتصدق بزرگان خاندان چشت وسہروردیہ (جن کا ذکر اس کتاب میں ہے) عاصی پر معاصی مولف اور اسکے احباب لعزا الخصوص جوان صالح سید محمد ابو احمد صاحب مدیر نظام المشائخ دہلی کو نیک توفیق دے۔ آمین ثم آمین ؁

غلطنامہ مشاہیر مشائخ ہند

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۶	یورپین	یوروپین	۱۹	۳	ہو[illegible]	ہوگئی
۲	۵	صحبت جانی	صحبت غنیمت جانی	۲۱	۱	ہو[illegible]	لیا
۳	۱۰	ہوگئے	ہوئی	〃	۲۱	فرمادیا	فرمایا
〃	۱۳	کبار سے	کبار میں سے	۲۲	۲۰	عباوات	عبادت
〃	حاشیہ	جامی	شامی	۲۴	۳	بھیجا	بھیجا تھا
۵	۱۴	ہے	تھے	〃	۱۰	بابت	ساتھ
۷	۱۷	کو	پر	〃	۱۶	آتی تھی	آتی ہے
۱۰	۴	حنیفہ تھی	حنیفہ صاحبزادی تھی	〃	حاشیہ	سٹرآلمس	مسٹرٹالمس
〃	۹	ارشادات	ارشاد	۳۳	۸	آتے تھے	آئے
۱۳	۱۵	پتھر	تیر	〃	۱۳	طشت دار	طشت وار
۱۶	۳	حالت	کیفیت	۳۳	۳۳	ہوگئے	ہوگے
〃	۱۴	تھا	×	۳۴	۴	تھا	ہے
〃	۱۶	ابھی	×	۳۹	۱۰	بغم	بتقیم
۱۴	۱۵	ہو	ہوئی	〃	۱۴	〃	کو
۱۸	حاشیہ	قلب صاحب	قطب صاحب	۴۳	۱۲	آپ کی بعد	آپ کی
〃	حاشیہ	سہ	شعلہ	〃	۱۳	مصرعیلن	مصلاشون

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳	۱۸	کا ذمہ ہے	کا ذمہ ہی	۵۱	۲۰	صوم الدہری	صوم الدہری
۴۴	۸	بین المبین	بیمان المبین	۵۵	۷	مجاہدی	مجاہدی
"	۱۰	جماعت خانہ	جماعت خانہ میں	"	۹	کے	لے
۴۵	۱	آشفتہ	پیچیدہ آشفتہ اسیر	۵۶	۱۶	میں	×
"	۳	سے	ہیں آتے	۵۸	۳	مشتقش	عشقش
۴۷	۱۸	عنفوان شباب	عنفوان شباب	۵۸	۲۰	تا مدار	طلبدار
۴۹	۱۱	را	مرا	۵۹	۱۲	امیر محمد حسین	امیر حسین
۵۰	۳	حضیو	خطیرہ	۶۹	۱۹	استغفراق	استغراق